عیسائیت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت

بائیبل کی پیشگوئیاں

۱۔ استثنا۔ باب ۱۸ آیت ۱۵

"خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اسی طرف کان دھریو۔"

۲۔ استثنا۔ باب ۱۸ آیت ۱۷ تا ۱۹

"اور خداوند نے مجھے کہا کہ انہوں نے جو کچھ کہا سو اچھا کہا۔ میں اُن کے لئے اُن کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کرونگا اور اپنا کلام اس کے مونہہ میں ڈالونگا اور جو کچھ میں اُسے فرماؤنگا۔ وہ سب ان سے کہیگا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لیکر کہے گا نہ سُنے گا۔ تو میں اس کا حساب اس سے لونگا۔"

۳۔ استثنا۔ باب ۳۳۔ آیت ۱، ۲

"اور یہ وہ برکت ہے جو موسیٰ مردِ خدا نے اپنے مرنے سے آگے بنی اسرائیل کو بخشی۔ اور اُس نے کہا کہ خداوند سینا سے آیا۔ شعیر سے اُن پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں ایک آتشین شریعت ان کے لئے تھی۔"

۴۔ زبور ۳۵۔ آیت ۱ تا ۲۸۔

"اے خداوند ان سے جو مجھ سے جھگڑتے ہیں ----- اور میری زبان تیری صداقت اور تیری ستائش کی بات تمام دن کہتی رہے گی۔"

۵۔ یسعیاہ باب ۴۲۔ آیت ۹ تا ۲۵

"دیکھو تو سابق پیشنگوئیاں بر آئیں اور میں نئی باتیں بتلاتا ہوں اس سے پیشتر کہ واقع ہوں میں تم سے بیان کرتا ہوں۔ خداوند کے لئے ایک نیا گیت گاؤ۔ اے تم جو سمندر پر گزرتے ہو اور تم جو اس میں بستے ہو اے بحری ممالک اور ان کے باشندو! تم زمین پر سرتاسر اس کی ستائش کرو بیابان اور اس کی بستیاں۔ قیدار کے آباد دیہات اپنی آواز بلند کرینگے۔ سلع کے بسنے والے ایک گیت گائیں گے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر

سے للکارینگے وہ خداوند کا جلال ظاہر کرینگے ...... کیونکہ انہوں نے نہ چاہا کہ اس کی راہوں پر چلیں اور وہ اس کی شریعت کے شنوا نہیں ہوتے۔ اس لیے اس نے اپنے قہر کا شعلہ اور جنگ کا غضب اُس پر ڈالا۔"

۶۔ غزل الغزلات باب ۵۔ آیت ۱۰ تا ۱۶

"میرا محبوب سُرخ و سفید ہے۔ دس ہزار آدمیوں کے درمیان وہ جھنڈے کی مانند کھڑا ہوتا ہے اس کا سر ایسا ہے جیسا چوکھا سونا۔ اُس کی زلفیں پیچ در پیچ ہیں۔ اور کوّے کی مانند کالی ہیں۔ اُس کی آنکھیں اُن کبوتروں کی مانند ہیں جو لبِ دریا دُودھ میں نہا کر تمکنت سے بیٹھتے ہیں اُس کے رُخسارے پھولوں کے چمن اور بلسان کی اُبھری ہوئی کیاریوں کی مانند ہیں۔ اس کے لب سوسن ہیں۔ جن سے بہتا ہُوا مُر ٹپکتا ہے۔ اس کے ہاتھ ہیں جیسے سونے کی کڑیاں جس میں ترسیس کے جواہر جڑے ہیں۔ اس کا پیٹ ہاتھی دانت کا کام ہے جس پر نیلم کے گُل بنے ہیں۔ اس کے پاؤں پر کھڑے کئے جائیں۔ اس کی قامت لُبنان کی سی ہے۔ وہ خوبی میں رشکِ سرو ہے اُس کا منہ شیرینی ہے۔ ہاں وہ سراپا عشق انگیز ہے۔ اے یروشلم کی بیٹیو! یہ میرا پیارا۔ یہ میرا جانی ہے۔"

۷۔ یسعیاہ باب ۵۳۔ آیت ۱۰ تا ۱۲

"لیکن خداوند کو پسند آیا کہ اُسے کُچلے۔ اُس نے اُسے غمگین کیا۔ جب اس کی جان گناہ کے لئے گزرانی جائے تو وہ اپنی نسل کو دیکھے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔ اور خدا کی مرضی اس کے ہاتھ کے وسیلے پر آئے گی اپنی جان کا دُکھ اُٹھا کے وہ اُسے دیکھے گا اور سیر ہوگا۔ اپنی ہی پہچان سے میرا صادق بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائیگا۔ کیونکہ وہ ان کی بدکاریاں اپنے اوپر اُٹھا لیگا۔ اس لیے میں اُسے بزرگوں کے ساتھ ایک حصہ دونگا۔ اور وہ لوٹ کا مال زورآوروں کے ساتھ بانٹے گا کہ اس نے اپنی جان موت کے لئے انڈیل دی اور گنہگاروں کے درمیان شمار کیا گیا۔ اور اس نے بہتوں کے گناہ اُٹھا لیے اور گنہگاروں کی شفاعت کی۔"

۸۔ اعمال باب ۳۔ آیت ۲۲۔ ۲۳

"چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے مجھ سا ایک نبی برپا کریگا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اُس کی سُننا۔"

۹۔ متی باب ۲۱۔ آیت ۴۲ تا ۴۴

"جس پتھر کو معماروں نے رد کیا۔ وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوا یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ اور تمہاری نظروں میں عجیب ہے۔ اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائیگی اور اُس قوم کو جو اس کے پھل لائیگی دے دی جائے گی۔ اور جو اس پتھر پر گریگا۔ اس کے ٹکڑے ہو جائینگے مگر جس پر وہ گرے گا اُسے پیس ڈالیگا۔"

۱۰۔ لوقا باب ۱۳: آیت ۳۵

"دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے۔ کیونکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اب سے مجھے پھر

ہرگز نہ دیکھوگے جب تک نہ کہوگے کہ مبارک ہے وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔"

۱۱۔ یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۱۶

"اور مَیں باپ سے درخواست کرونگا۔ تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے یعنی سچائی کی روح جسے دُنیا حاصل نہیں کر سکتی۔"

۱۲۔ یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۳۰

"اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کرونگا۔ کیونکہ دُنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔"

۱۳۔ یوحنا باب ۱۵ آیت ۲۶، ۲۷

"لیکن جب وہ مددگار آئیگا جس کو مَیں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجونگا یعنی سچائی کی رُوح جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے۔ تو وہ میری گواہی دیگا۔ اور تم بھی گواہ ہو۔ کیونکہ شروع سے میرے ساتھ ہو۔"

۱۴۔ یوحنا باب ۱۶ آیت ۷، ۸

"میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر مَیں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئیگا۔ لیکن اگر میں جاؤنگا تو اُسے تمہارے پاس بھیجدونگا۔ اور وہ آکر دُنیا کو گناہ اور راستبازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائیگا۔"

۱۵۔ یوحنا باب ۱۶ آیت ۱۲ تا ۱۴

"مجھے تم سے اور بھی بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ سچائی کا روح آئیگا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائیگا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگا۔ وہ میرا جلال ظاہر کریگا۔"

۱۶۔ لوقا باب ۲۰ آیت ۹ تا ۱۸

انگوری باغ کی تمثیل اور نوکر بیٹے اور خود خداوند کے آنے کا قصہ۔

۱۷۔ مکاشفہ باب ۵ آیت ۱ ۔ قرآن مجید اور سورۃ فاتحہ کی پیشگوئی۔

تردید الوہیتِ مسیح ناصری علیہ السلام

۱۔ "خدا ایک ہے۔"

و۔ حوالجات از عہدنامہ قدیم:

(۱) ۲۔سلاطین ۱۹/۱۵ (۲) یسعیاہ ۴۵/۶،۵ (۳) زبور ۸۶/۸تا۱۰ (۴) ۲۔سموئیل ۷/۲۲ (۵) زبور ۹۰/۲
(۶) استثنا ۶/۴ (۷) استثنا ۳۳/۲۶ (۸) ۱۔سموئیل ۲/۲ (۹) ۱۔سموئیل ۷/۳،۲ (۱۰) ۲۔سموئیل ۲۲/۳۲
(۱۱) ۱۔سلاطین ۸/۲۳ (۱۲) استثنا ۴/۳۹ (۱۳) استثنا ۷/۹ (۱۴) یسعیاہ ۴۳/۱۰ (۱۵) ۱۔سموئیل ۱۷/۴۶

(۱۶) ۱-سلاطین ۸/۲۳ (۱۷) ۱-تواریخ ۱۶/۲۵ (۱۸) ۱-تواریخ ۱۷/۲۰ (۱۹) ۱-تواریخ ۲۹/۱۱ (۲۰) ۲-تواریخ ۶/۱۴
(۲۱) زبور ۱۸/۳۱ (۲۲) زبور ۴۸/۱۴ (۲۳) زبور ۵۰/۷

ب - از عہد نامہ جدید :-

۱- اعمال ۱۷/۲۳ "پس جس کو تم بغیر معلوم کئے پوجتے ہو۔ مَیں تم کو اُسی کی خبر دیتا ہوں۔"

۲- یوحنا ۵/۴۴۔ "تم جو دوسروں سے عزت چاہتے ہو اور وہ عزت جو خدائے واحد سے ہوتی ہے کیونکر ایمان لاسکتے ہو۔"

۳- یوحنا ۱۷/۳۔ "اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تُو نے بھیجا ہے۔ جانیں۔"

۴- مرقس ۱۲/۲۹-۳۰ "اول یہ کہ اے اسرائیل اس پر خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تُو خداوند سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔"

۵- ۱-کرنتھیوں ۸/۴-۶ "اور سوا ایک کے اور کوئی خدا نہیں۔ اگر آسمان و زمین میں بہت سے خدا کہلاتے ہیں۔ چنانچہ بہتیرے خدا اور بہتیرے خداوند ہیں، لیکن ہمارے نزدیک تو ایک ہی خدا ہے یعنی باپ۔"

۶- اِفسیوں ۴/۶ "اور سب کا خدا اور باپ ایک ہی ہے جو سب کے اوپر اور سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے۔"

۷- یوحنا ۲۰/۱۷۔ "میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔"

۲- عیسائیوں کی دلیلیں اور اُن کی تردید

پہلی دلیل :- پہلی دلیل جو عیسائی صاحبان کی طرف سے پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مسیح کو تورات و انجیل میں خدا کا بیٹا کہا گیا ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وہ خدا کا بیٹا تھا۔

جواب ۱ - ابن اللہ کا لفظ توریت اور انجیل میں صرف مسیح کے واسطے نہیں بولا گیا۔ بلکہ یہ لفظ مسیح کے سوا سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے متعلق استعمال کیا گیا ہے، لیکن عیسائی صاحبان ان تمام لوگوں کو خدا کے بیٹے تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ جیسا مسیح کو ابن اللہ کہا گیا ویسا ہی باقیوں کے حق میں ابن اللہ کا لفظ بولا گیا۔ (دیکھو ذیل کے حوالجات) :-

۱- اسرائیل خدا کا بیٹا ہے۔ خروج باب ۴۔ آیت ۲۲
۲- داؤد خدا کا بڑا بیٹا ہے۔ زبور باب ۸۹ آیت ۲۶ - ۲۷
۳- سلیمان خدا کا بیٹا ہے۔ ۱-تواریخ باب ۲۲ آیت ۹، ۱۰
۴- قاضی مفتی خدا کے بیٹے ہیں۔ زبور باب ۸۲ آیت ۶
۵- سب بنی اسرائیل خدا کے بیٹے ہیں۔ رومیوں باب ۹۔ آیت ۴
۶- تمام یتیم بچے خدا کے لڑکے ہیں۔ زبور باب ۶۸ آیت ۵

۷۔ بدکار لوگ خدا کے لڑکے ہیں۔ یسعیاہ باب ۳ آیت ۱

جواب ۲۔ اگر عیسائی صاحبان مسیح کو اس لئے خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں کہ اس کے لئے لفظ ابن اللہ بولا گیا ہے۔ تو پھر ہم اسے انسان سمجھتے ہیں اس لئے کہ انجیل میں اُسے انسان کا بیٹا کہا گیا ہے۔ دیکھو حوالے :۔

۱۔ یسوع ابن داؤد بن ابراہیم۔ متی باب ۱۔ آیت ۱

۲۔ انسان کا بیٹا کھاتا پیتا آیا۔ متی باب ۱۱۔ آیت ۱۹ و متی ۸/۲۰ و ۹/۶ و ۱۱/۲۴

۳۔ مَیں جو ابن آدم ہوں۔ انسان ہوں۔ متی باب ۸۔ آیت ۴

جواب ۳۔ خدا کا بیٹا ہونے سے مطلب "راستباز" اور خدا کا محبوب ہونا ہے۔

(۱۔ یوحنا ۲/۲۹ و ۲/۱ و متی ۵/۴۵)

معلوم نہیں کہ مسیح میں کونسی ایسی خصوصیت ہے جس کی وجہ سے اُسے تو خدا کا بیٹا بلکہ مجسم خدا سمجھا جاوے اور باقیوں کو محض عاجز انسان خیال کیا جاوے۔

دوسری دلیل :۔ مسیح نے عظیم الشان معجزے دکھائے۔ چونکہ وہ معجزے بشری طاقت سے بالاتر تھے۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مسیح انسان نہ تھا۔ خدا تھا۔

جواب ۱ :۔ عیسائی صاحبان اگر معجزے دکھانا ہی الوہیت کی علامت سمجھتے ہیں تو پھر تمام انبیاء علیہم السلام خدا ہونے کے مستحق ہیں۔ اور کیوں نہیں؟ آپ لوگ موسیٰ۔ ایلیاہ وغیرہ کو خدا سمجھتے جنہوں نے آپ کے مسیح سے بھی بڑھ کر معجزے دکھاتے۔ سُنیئے :۔

۱۔ پہلا معجزہ: مسیح کا سب سے بڑا معجزہ مُردوں کو زندہ کرنا ہے۔ مگر اس میں بھی مسیح کی کوئی خصوصیت نہیں مسیح کے علاوہ اور انبیاء علیہم السلام سے بھی یہ کرامت صادر ہوئی۔ دیکھو حوالے :۔

۱۔ الیسع نے مُردے زندہ کئے۔ ۲۔ سلاطین باب ۴ آیت ۳۵ تا ۳۷

۲۔ حزقیل نے ہزاروں پُرانے مُردے زندہ کئے۔ حزقیل ۳۷ آیت ۱ تا ۱۴

۳۔ ایلیاہ نے مُردے زندہ کئے۔ ۱۔ سلاطین باب ۱۷۔ آیت ۲۲

۴۔ الیشع کی لاش نے مُردہ زندہ کر دیا۔ ۲۔ سلاطین ۱۳/۲۱

ناظرین خود انصاف فرما سکتے ہیں کہ اگر مسیح بسبب مُردے زندہ کرنے کے خدا ہو سکتا ہے تو الیسع۔ حزقیل اور ایلیاہ وغیرہ جنہوں نے ہزاروں مُردے زندہ کئے کیوں نہ خدا سمجھے جاویں۔ لیکن عیسائی ان کو محض انسان ہی سمجھتے ہیں۔

جواب ۲ :۔ انجیل سے ثابت ہے کہ مُردوں سے مُراد رُوحانی مردے ہیں نہ کہ جسمانی :۔

الف۔ یوحنا ۵/۲۴ و ۱۔ کرنتھیوں ۱۵/۳۱ تا ۵۱ و افسیوں ۲/۱ و ۲/۵

ب۔ مُردہ سے مراد شہوات۔ کلسیوں ۳/۵-۲

ج۔ زندگی سے مراد یسوع پر ایمان لانا۔ یوحنا ۱۴/۳

۲ ۔ دوسرا معجزہ :- بیماروں کو اچھا کرنا ۔

جواب :- اِس میں بھی اور انبیاء مسیح کے شریک ہیں ۔

۱- الیشع نے نعمان سپہ سالار کو جو کوڑھی تھا اچھا کیا ۔ (۲- سلاطین ۵ آیت ۱۴)

۲- یوسف نے اپنے باپ یعقوب کو آنکھیں دیں - دیکھو (پیدائش باب ۴۶ - آیت ۴ تا ۳۰)

۳- بیماروں سے روحانی بیمار مراد ہیں - مرقس ۱۲/۱۷ و لپطرس ۲/۲۴

رُوحانی اندھے بہرے - متی ۱۳/۱۳ و ۱۵/۱۴ و یوحنا ۹/۳۹ و پطرس ۲/۲۴

۳- تیسرا معجزہ :- تھوڑے کھانے اور شراب کو بڑھا دینا ۔

جواب :- یہ کام بھی بہت سے انبیاء سے ظہور پذیر ہوا - بلکہ بعض انبیاء اس کام میں مسیح سے بھی بڑھے ہوئے ہیں - دیکھو حوالے :-

۱- ایلیاہ نے مٹھی بھر آٹے اور تھوڑے تیل کو بڑھا دیا کہ وہ سال بھر تک تمام نہ ہوا ۔

دیکھو (۱- سلاطین باب ۱۷ آیت ۱۲ تا ۱۶)

۲- الیشع نے بھی ذرا سے تیل کو اسقدر بڑھا دیا کہ گھر والوں کے پاس اُس کے رکھنے کے لئے کوئی برتن نہ رہا ۔ (۲- سلاطین ۴ آیت ۲ تا ۶)

۴- چوتھا معجزہ :- بغیر کشتی کے دریا پر چلنا ۔

جواب :- یہ بھی صرف مسیح کا کام نہ تھا بلکہ موسیٰ نے اس سے بڑھکر معجزہ دکھایا - اس نے سمندر کو ایسی لاٹھی ماری کہ وہ پھٹ گیا اور سیال پانی الگ الگ دونوں طرف کھڑا ہو گیا ۔

۲- یُوشع نے یردن کو خشک کر دیا ۔ (کتاب یُوشع ۳/۱۷)

۳- ایلیاہ نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیئے ۔ (۲- سلاطین ۲/۸)

۴- الیشع نے ناکارہ چشموں اور بنجر زمینوں کو ایک پیالہ پانی سے اُچھال دیا - (۲- سلاطین ۲/۱۹ تا ۲۲)

۵- الیشع نے چادر مار کر پانی کے دو ٹکڑے کئے ۔ (۲- سلاطین ۲/۱۴)

۶- موسیٰ کی دُعا سے مینہ اور اولے تھم گئے ۔ (خروج ۹/۹)

۷- موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر مینڈک پھیلا دیئے ۔ (خروج ۹/۲۳)

۸- ہارون نے مینڈک مصر میں پھیلا دیئے ۔ (خروج ۸/۷،۶)

۹- موسیٰ نے ہاتھ پھیلا کر سب مصر پر اندھیرا کر دیا ۔ (خروج ۱۰/۲۲)

۱۰- موسیٰ نے ہاتھ بڑھا کر سب سواریوں کو ہلاک کر دیا - (خروج ۱۴/۲۶ تا ۲۹)

۱۱- یشوع نے چاند اور سُورج کو حکم دیکر کھڑا کر دیا - (یشوع ۱۰/۱۲ تا ۱۴)

۱۲- یسعیاہ نے سورج کو دس درجہ پیچھے ہٹا دیا - (۲- سلاطین ۲۰/۱۱)

۱۳- تین شخص جلتی آگ میں ڈالے مگر نہ جلے ۔ (دانیال ۳/۲۱ تا ۲۵)

۵- پانچواں معجزہ :- مسیح نے پرندے بنائے - پس وہ خالق ٹھہرا ۔

احمدی :- تورات میں ہے۔ ہارون نے جُوئیں بنائیں۔ (خروج ۸/۱۷)
پس وہ بھی بقول شما خالق ٹھہرا۔ یک نہ شد دو شد۔

ایک اور بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مسیح نے مُریدوں کو فرمایا کہ اگر تم میں رائی کے برابر بھی ایمان ہو۔ تو تم میرے جیسے کام کر سکتے ہو اب عیسائی صاحبان سے سوال ہے کہ اگر معجزاتِ عظیم الشان کی وجہ سے آپ لوگ مسیح کو خدا مانتے ہو۔ تب تو حواریوں کو بھی شریکِ الوہیت ماننا چاہیئے۔ کیونکہ انہوں نے بھی معجزات دکھاتے۔ اور اگر آپ یہ کہیں کہ حواریوں نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔ تو یہ ماننا پڑیگا کہ وہ بالکل ہی بے ایمان تھے۔

ایک اور جواب :- انجیل میں مسیح نے صاف فرما دیا کہ میرے بعد بہت سے جھُوٹے نبی پیدا ہونگے جو اتنے بڑے بڑے معجزات دکھائینگے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کاملین کو دھوکہ میں ڈال دیں۔ لیکن تم ان کے دھوکہ میں ہرگز نہ آنا۔ مسیح کے اس قول سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے نزدیک ایک جھُوٹا آدمی معجزات دکھا سکتا ہے تو پھر معجزات خُدائی کا معیار کس طرح ہوئے اور معجزات دکھانے سے مسیح کی خدائی کیسے ثابت ہو سکتی ہے؟

تیسری دلیل :- جس سے مسیح کی الوہیت ثابت کی جاتی ہے۔ وہ مسیح کا ایک قول ہے جو اس نے اپنے مخالف یہودیوں کو کہا۔ کہ "تم نیچے سے ہو۔ مَیں اُوپر سے ہوں۔ تم اس جہان کے ہو۔ مَیں اِس جہان کا نہیں"۔

جواب :- اس فقرہ کے معنے بالکل صاف ہیں کہ اے یہودیو! مَیں نبی ہوں میرے علوم آسمانی ہیں اور تم زمینی علوم پڑھتے ہوئے ہو۔ تم میرا مقابلہ کس طرح کر سکتے ہو۔ یہ ایک عام محاورہ ہے۔ اُردو میں بھی مستعمل ہے۔ دیکھو ہم ایک شخص کو زمینی یا دُنیا دار کہتے ہیں۔ اِس کے یہ معنی نہیں کہ وہ زمین میں اور دُنیا میں رہتا ہے کیونکہ زمین اور دُنیا میں تو نیک بھی رہتے ہیں۔ مسیح بھی تیس برس تک۔ (ہمارے نزدیک ۱۲۰ برس تک) اسی دُنیا میں رہا۔ بلکہ اس فقرہ کے یہ معنی ہیں کہ یہ شخص خدا سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیا سے محبت کرتا ہے۔ اِسی طرح مسیح نے بھی یہودیوں کو کہا کہ مَیں تمہاری طرح تقلیدی علوم کا اور زمینی فنون کا وارث نہیں۔ بلکہ میں آسمانی علوم کا وارث ہوں، لیکن اگر کوئی عیسائی خواہ مخواہ ضد سے اس فقرے سے مسیح کی الوہیت ثابت کرنا چاہے تو وہ یاد رکھے کہ اس بات میں بھی مسیح کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام نیک لوگ اور حواری اس بات میں شامل ہیں۔ دیکھو حوالے:

۱۔ مسیح حواریوں کے متعلق خدا سے دُعا میں عرض کرتا ہے:-

"اس لئے کہ جیسا مَیں دُنیا کا نہیں ہوں۔ وے بھی دُنیا کے نہیں ہیں"۔ (یوحنا باب ۱۷- آیت ۱۴)

اب اگر اس دُنیا کا نہ ہونے کی وجہ سے مسیح خدا ہو۔ تو پھر تمام حواری بھی اسی وجہ سے خدا سمجھنے چاہئیں۔

۲ - ایک جگہ مسیح حواریوں کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:-

"اِس لئے کہ دُنیا کے نہیں ہو" (یوحنا باب ۱۵- آیت ۱۹)

چوتھی دلیل :- مسیح کہتا ہے کہ مَیں اور باپ ایک ہیں۔ مَیں باپ میں ہوں اور باپ مجھ میں ہے۔

جواب :- یہ الفاظ اگر مسیح کی خدائی کا ثبوت بن سکتے ہیں تو تمام لوگ جن کے متعلق انجیل میں خود یسوع

نے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں وہ بھی خدائی کے مستحق ہیں۔ دیکھو حوالہ:۔

۱۔ مسیح خدا کے حضور حواریوں کی سفارش کرتا ہوا ایک جگہ کہتا ہے۔ "تاکہ وہ سب ایک ہوجاویں۔ جیساکہ اے باپ تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں کہ وہ بھی ہم میں ایک ہوں۔"

(یوحنا باب ۱۷۔ آیت ۲۱ تا ۲۳)

اب اگر ایک ہوجانے کے لفظ سے کوئی خدا بن سکتا ہے تو تمام حواری بھی خدا ہونے چاہئیں۔ نیز دیکھو (۲) (یوحنا باب ۱۴۔ آیت ۲۰)۔

پانچویں دلیل :۔ مسیح نے کہا کہ "میں خدا سے نکلا ہوں۔" "تو مجھ سے پیدا ہوا۔"

(عبرانیوں ۱/۵ و یوحنا ۸/۴۲)

جواب:۔ ۱۔ پورا حوالہ پڑھو۔ "یسوع نے اُن سے کہا۔ اگر خدا تمہارا باپ ہوتا۔ تو تم مجھ سے محبت رکھتے۔ اِس لیے کہ میں خدا سے نکلا اور آیا ہوں۔ کیونکہ میں آپ سے نہیں آیا۔ بلکہ اسی نے مجھے بھیجا۔" (یوحنا ۸/۴۲)

پس خود مسیح نے "نکلنے" کی تشریح کرکے بتادیا کہ اِس سے مراد تجسّم الٰہی نہیں بلکہ صرف صفت ارسال المرسلین کا اظہار ہے چنانچہ مزید وضاحت کے لئے دیکھو:۔ (۱۔ یوحنا ۱۷/۸)

۲۔ "جو کوئی خدا سے ہوتا ہے۔ وہ خدا کی باتیں سُنتا ہے۔" (یوحنا ۸/۴۷)

۳۔ "جو اس کے نام پر ایمان لاتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ خدا سے پیدا ہوتے۔" (یوحنا ۱/۱۲-۱۳)

۴۔ "جو کوئی راستبازی سے کام کرتا ہے وہ اس سے پیدا ہوا ہے۔" (۱۔ یوحنا ۲/۲۹)

۵۔ "جو کوئی خدا سے پیدا ہوا وہ گناہ نہیں کرتا۔" (۱۔ یوحنا ۳/۹)

۶۔ "جو کوئی محبت رکھتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے۔" (۱۔ یوحنا ۵/۱)

۷۔ "شاعروں میں سے بعض نے کہا کہ ہم تو اس کی نسل ہیں۔ پس خدا کی نسل ہوکر یہ خیال کرنا مناسب نہیں۔"

(اعمال ۱۷/۲۸،۲۹)

۸۔ "سب ایک ہی اصل سے ہیں۔" (عبرانیوں ۲/۱۱)

چھٹی دلیل :۔ "یسوع کے لئے کل اور آج بلکہ ابد تک یکساں ہے۔" (عبرانیوں ۱۳/۸)

جواب :۔ لیکن لکھا ہے :۔

۱۔ "پیشتر اس کے کہ پہاڑ پیدا ہوئے اور زمین اور دُنیا کو تُو نے بنایا۔ ازل سے ابد تک تُو ہی خدا ہے۔"

(زبور ۹۰/۲)

۲۔ "مجھ سے آگے کوئی خدا نہ بنا۔ اور میرے بعد بھی کوئی خدا نہ ہوگا۔" (یسعیاہ باب ۴۳۔ آیت ۱۰)

۳۔ "ملک صدق بے باپ، بے ماں، بے نسب نامہ ہے۔ نہ اس کے دنوں کا شروع، نہ زندگی کا آخر، بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا۔" (عبرانیوں ۷/۳)

تحقیقی جواب :۔ مسیح کیلئے کل اور آج یکساں ہونا، بلکہ اس کے علم کا ازلی وابدی ہونا محض دعویٰ ہے جو محتاجِ دلیل ہے۔ بلکہ خود انجیل سے اس کی تردید ہوتی ہے۔ مثلاً :۔

۱۔ انجیر کے درخت کا علم نہ ہوا۔ کہ اس میں پھل ہے یا نہیں۔ (متی ۲/۱۸-۱ و مرقس ۲/۲۲)

۲ - "میرے کپڑے کو کس نے چھُوا ؟" (لوقا ۹/۴۳ تا ۴۷ و مرقس ۵/۳۰)

ساتویں دلیل :۔ حضرت مسیح کا بے باپ پیدا ہونا۔

جواب :۔ اگر مسیح اس وجہ سے خدا ہو سکتا ہے کہ وہ بے باپ تھا تو آدم تو ڈبل خدا ہونا چاہیئے کیونکہ مسیح تو صرف بے باپ ہی تھا۔ مگر آدم بے باپ ہی نہ تھا بلکہ ماں بھی اس کی کوئی نہ تھی۔ اس طرح ملک صدق سالم بھی خدا مجسم ہونے کا حقدار نہ تھا۔ کیونکہ وہ بھی بغیر ماں باپ کے تھا۔ دیکھو عبرانیوں باب ۷ آیت ۳۔

پھر علاوہ ازیں تمام وہ حیوانات جو ابتدائے آفرینش میں خدا نے بے باپ اور ماں کے پیدا کئے سب کے سب خدا مجسم ہونے چاہئیں۔ اچھا ان کو جانے دیجئے۔ اب موجودہ لاکھوں کروڑوں کیڑے مکوڑے جو برسات آتے ہی بغیر ماں باپ ہوتے ہیں۔ کیا وہ مسیح کے ساتھ خُدائی کے حقدار نہیں ؟ بلکہ ان کا زیادہ حق ہے کیونکہ مسیح کے متعلق تو کوئی شبہ بھی کر سکتا ہے کہ اس کا کوئی باپ بھی ہو۔ مگر جس کی ماں بھی نہ ہو اُس پر کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔ گو ہم مریم کو پاکباز و عصمت مآب سمجھتے ہیں۔ پر دُنیا کا منہ کون بند کرے اور یہودیوں کے الزامات کا جواب کون دے۔

آٹھویں دلیل :۔ آدم نے گناہ کیا۔ اِس وجہ سے اس کی تمام نسل میں گناہ کا بیج بویا گیا۔ اور تمام انسان ہیں گرفتار ہوتے۔ مسیح چونکہ آدم کی پُشت سے نہیں تھا۔ اس لئے وہ گنہگار نہ ہوا۔ اور گناہ سے پاک صرف خُدا ہے۔ اس لئے مسیح خُدا ہوا۔

جواب :۔ اس دلیل میں جس قدر بھی دعوے ہیں سب کے سب سرے سے ہی غلط ہیں۔ نمبروار سُنئیے :۔

۱۔ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی نسل کا گنہگار ٹھہرنا خدا کے عدل کے بالکل خلاف ہے۔ کیا یہی عیسائیوں کے خدا باپ کا عدل ہے کہ باپ کے گناہ کرنے سے بیٹا گنہگار سمجھا جاوے ؟

۲۔ جو آدم کی پشت سے ہو وہ گنہگار ہوتا ہے۔ یہ بات بھی بالکل غلط ہے عقلاً بھی جیسا کہ اوپر ثابت کر آئے ہیں اور نقلاً بھی۔ اپنے گھر کی کتاب لوقا کھولئے گا۔ باب ۱۔ آیت ۶۔ "وے دونوں خدا کے حضور راستباز اور خداوند کے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے۔"

دیکھئے یہ زکریا اور اس کی بیوی کی تعریف ہے۔ اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں میاں بیوی بالکل بے گناہ تھے۔ تو یہ دعویٰ کرنا کہ آدم کی اولاد میں سب گنہگار ہیں۔ خود لوقا کے نزدیک غلط ہے کیونکہ زکریا اور اس کی بیوی بابا آدم ہی کی اولاد میں سے تھے۔

۳۔ یہ کہنا کہ جو آدم کی پشت میں سے نہ ہو وہ بے گناہ ہوتا ہے ایک نہایت ہی بدیہی البطلان قضیہ ہے کیا شیطان گنہگار نہیں ؟ اور کیا وہ آدم کی اولاد میں سے ہے ؟ پھر سانپ نے گناہ کیا جس سے مٹی کھانی پڑی کیا وہ آدم کی پشت سے ہے ؟ پھر تمام وہ دیو یا بھُوت جنہیں مسیح اور اس کے حواری نکالا کرتے تھے خبیث روحیں نہ تھیں ؟ کیا وہ بھی آدم کی نسل سے تھے ؟

۴ ۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ مسیح بے گناہ تھا ۔ مدعی سُست گواہ چُست والی بات یاد دلاتا ہے کیونکہ مسیح صاف اقرار کرتا ہے کہ مجھے نیک مت کہو۔ نیک صرف باپ ہے۔ پھر اگر خود مسیح بھی دعویٰ کرتا تو کیا ہوتا۔ دلیل کے بغیر تو کوئی شخص نہیں مانتا۔ گو ہم اُسے نیک سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے قرآن نے اس تعریف کی۔ مگر یہودیوں کو کون لاجواب کرے۔ وہ فوراً الزام لگانے شروع کر دیتے ہیں کہ اُس نے یہ کیا اور وہ کیا۔ بدچلن عورت سے تیل ملوایا۔ یہودیوں کے عالموں کو گندی گالیاں دیں۔ بغیر اجازت لینے کے حواریوں سمیت ایک کھیت کے سِٹے توڑ کر نوش کرنے لگا۔ کھاؤ پیو اور شرابی تھا۔ غرض ان یہودیوں کا مونہہ کون بند کرے۔

عیسائیوں کی یہ دلیل کہ مسیح اس وجہ سے کہ وہ آدم کی نسل سے نہ تھا پاک اور بے گناہ ہے قطعی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ :۔

۱۔ آدم کا گناہ جو بقول عیسائیوں کے موروثی طور پر اب تک آدم کی نسل میں چلا آتا ہے۔ اس کا اصل ذمہ دار (مطابق پیدائش ۳/۱-۶) آدم نہ تھا بلکہ حوّا تھی جس نے شیطان کے دھوکہ میں آکر آدم کو بہکایا۔ پس مسیح بوجہ حوّا کی اولاد ہونے کے گنہگار ٹھہرا۔

۲۔ تورات میں لکھا ہے :۔

ﺍ۔ "اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے وہ کیونکر پاک ٹھہرے"۔ (ایوب ۲۵/۵)

ب ۔ "اور وہ جو عورت سے پیدا ہوا ہے وہ کیونکر صادق ٹھہرے"۔ (ایوب ۱۵/۱۵)

(۵) چونکہ مسیح بے گناہ تھا اس لئے وہ خدا ہوا۔ مگر اس خدائی میں مسیح اکیلا نہیں۔ زکریا بھی گناہ سے پاک تھا۔ اس لئے وہ بھی خدا ہوا۔ زکریا کی بیوی بھی گناہ سے پاک تھی۔ اس لئے وہ بھی خدا ہوئی اور خدا کی بیوی بھی۔ اِس حساب سے یحیٰی بھی خدا ٹھہرا۔ کیونکہ اس کی ماں بھی خدا۔ باپ بھی خدا۔ بلکہ یحیٰی مسیح سے بڑا خدا ہونا چاہیئے۔ کیونکہ مسیح کی ماں تو انسان تھی اور یحیٰی کے ماں باپ دونوں خدا تھے۔

ملک صدق سالم بھی خدا ہونے کا مستحق ہے۔ کیونکہ وہ آدم کی اولاد سے نہ تھا۔ اور جو آدم کی اولاد سے نہ ہو۔ وہ گناہ سے پاک ہوتا ہے۔ اور جو گناہ سے پاک ہو۔ وہ خدا ہوتا ہے۔ اس لئے ملک صدق سالم بھی خدا ہوا۔ پھر تمام فرشتے بھی خدا ہیں۔ کیونکہ وہ گناہ سے پاک ہیں۔ پھر تمام حیوانات چرند و پرند خدائی کے حقدار ہیں کیونکہ وہ گناہوں میں آلودہ نہیں۔

نویں دلیل :۔ خود تین دن مُردہ رہ کر پھر زندہ ہوگیا۔

جواب :۔ مسیح جسمانی طور پر مر کر نہیں جیا۔ بلکہ رُوحانی طور پر زندہ کیا گیا۔

ﺍ۔ ۱۔ پطرس ۳/۱۸ "وہ جسم کے اعتبار سے مارا گیا۔ مگر رُوح کے اعتبار سے زندہ کیا گیا"۔

ب۔ "جس طرح یسوع مر کر جیا۔ اسی طرح ہم بھی مر کر جیتے ہیں"۔

(رومیوں ۶/۱۰ و ۸/۱۰-۱۱ و پطرس ۲/۴)

ﷲ ﷲ ﷲ

مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوا

مسیح دراصل صلیب پر فوت نہ ہوا تھا۔ بوجہ ذیل:۔

(۱) مسیح کا اپنے واقعہ صلیب کو یونس نبی سے مشابہ قرار دینا۔ "مگر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی اور نشان ان کو نہ دیا جائیگا۔" (متی ۱۲/۳۹)

(۲) پلاطوس کی بیوی کو خواب آیا تھا کہ اگر مسیح ہلاک ہو گیا۔ تو پھر تم ہلاک کئے جاؤ گے، لیکن اُن کا تباہ و برباد نہ ہونا۔ (متی ۲۷/۱۹)

(۳) "پلاطوس اس کے چھوڑنے کی کوشش کرنے لگا۔" (یوحنا ۱۹/۱۲)

(۴) حضرت مسیح کی دُعا ایلی ایلی لما سبقتنی بھی مانع ہے۔ (متی ۲۷/۴۶)

(۵) صرف ایک گھنٹہ یا ڈیڑھ گھنٹہ صلیب پر رہنا۔ (مرقس ۱۵/۲۴)

(۶) پہلو چھیدنے سے خون نکلنا۔ (یوحنا ۱۹/۳۴)

(۷) مسیح کی ہڈیاں نہ توڑی جانا۔ (یوحنا ۱۹/۳۳)

(۸) پیلاطوس کا تعجب کرنا کہ وہ اتنی جلدی مر گیا۔ (مرقس ۱۵/۴۴)

(۹) حواریوں سے ملنا اور زخم دکھانا۔ (یوحنا ۲۰/۲۷-۲۵)

(۱۰) مسیح علیہ السلام کا ملعون ٹھہرایا جانا۔ (گلیتوں ۳/۱۳)

(۱۱) ساری رات دُعا کرنا (متی ۲۶/۳۹)

(۱۲) مرہم عیسیٰ دوا کا بننا۔ (یوحنا ۱۹/۴۰-۳۹)

(۱۳) اسمی اور بھیڑوں کو جمع کرنا۔ (یوحنا ۱۰/۱۶)

دسویں دلیل:۔ چونکہ وہ آسمان پر چلا گیا۔ اس لیے خدا ہے۔

جواب نمبر ۱:۔ ایلیاہ پیغمبر رتھ سمیت آسمان پر چلا گیا۔ (۲۔سلاطین ۲/۱۱)

جواب نمبر ۲:۔ مسیح آسمان پر نہیں گیا۔ (ا) کوئی آسمان پر نہیں گیا۔" (یوحنا ۳/۱۳)

(ب) مسیح پہلے بھی آسمان ہی سے آیا تھا۔ (یوحنا ۶/۳۸ و ۶/۶۳-۶۲)

لہٰذا اب بھی رُوحانی طور پر وہ آسمان پر ہی ہے نہ کہ جسمانی طور پر۔

(ج) "مَیں تمہارے لئے جگہ تیار کرنے جاتا ہوں۔" (یوحنا ۱۴/۳،۲)

پس جہاں یسوع کے شاگرد گئے۔ وہاں یسوع بھی گیا۔

۱۔ چونکہ مسیح میں عوارض انسانیہ تھے۔ اس لئے وہ خدا نہیں۔

۲۔ چونکہ وہ قادر مطلق نہ تھا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے۔ "دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں۔" (متی ۲۰/۲۳ مرقس ۱۰/۴۰)

اور پھر صلیب پر سے کیوں نہ اُترا۔ حالانکہ دریں صورت یہودی ماننے کو تیار تھے۔ لہٰذا خدا نہ تھا۔

گیارہویں دلیل :- اور ضرور تھا کہ جو نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھیں گے جس کا ترجمہ ہے "خدا ہمارے ساتھ" (متی ۱/۲۲-۲۳)

جواب نمبر ۱:- یسعیاہ ۷/۱۴ کی اصل عبارت نقل کرنے میں عیسائی انجیل نویسوں نے تحریف کی ہے۔ اصل الفاظ یہ ہیں:-

"دیکھو ایک کنواری حاملہ ہوگی اور بچہ پیدا ہوگا اور وہ اُس کا نام عمانوایل رکھے گی"۔ (یسعیاہ ۷/۱۴)

ج ۲ :- مریم نے اپنے بچے کا نام یسوع رکھا نہ کہ عمانوایل۔

ج ۳ :- یسعیاہ ۸/۳ میں ایک لڑکے مہیر شالال بز کی پیدائش کا ذکر ہے۔ پس وہی اس پیشگوئی کا مصداق ہے۔

ج ۴ :- عمانوایل کا ترجمہ "خدا ہمارے ساتھ" ہے۔ مگر یسوع کے ساتھ خدا نہ تھا۔ بوجوہات ذیل:-

ا۔ یسوع کی ناکام زندگی۔

ب۔ خود اس کا ایلی ایلی لما سبقتنی کہکر اس کا اقرار کرنا۔

ج۔ چالیس دن اس کے ساتھ شیطان کا رہنا۔

د۔ اور پھر اس کے بعد کچھ عرصہ کے لئے اس سے جُدا ہونا۔ (لوقا ۴/۱۳) لہٰذا یسوع عمانوایل نہیں ہو سکتا۔

مسیح رُوح اللہ ہو کر خُدا نہیں بن سکتا

بارہویں دلیل :- قرآن مجید میں مسیح کو رُوح اللہ کہا گیا ہے۔ قرآن مجید میں مسیح کی نسبت رُوْحٌ مِّنْهُ (النساء : ۱۷۲) کا لفظ آیا ہے دوسری جگہ آتا ہے۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا (التحریم : ۱۳) ایسا ہی تیسری جگہ آتا ہے۔ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ...... رُوحٌ مِّنْهُ (النساء : ۱۷۲)

جواب :- ہمارا یہ مذہب نہیں اور نہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی کہ سوائے خدا کے مسیح یا کسی اور کو ہم خدا مانیں بلکہ اسلامی تعلیم اس کے صریح خلاف ہے۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیات میں سے دوسری آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ (النساء : ۱۷۲) کہ تین خدا مت کہو۔ ایسے عقیدہ سے باز آجاؤ کہ تمہارے لیے یہی بہتر ہے۔ اِسی طرح ایک جگہ فرماتا ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (المائدۃ : ۱۸ و ۷۳) نیز لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ (المائدۃ ۷۴) کہ ان لوگوں نے کفر کیا جنہوں نے کہا کہ مسیح خدا ہے۔ نیز ان لوگوں نے بھی کفر کیا جنہوں نے کہا کہ خدا تین میں سے ایک ہے۔

علاوہ ازیں اگر کوئی رُوحُ اللہ کے لفظ سے خدا بن جاتا ہے۔ تو اس میں حضرت مسیح کی خصوصیت نہیں۔ اس طرح سے تو پھر قرآن مجید کے رُو سے ہزاروں کروڑوں ملک سب ہی خدا بن جائیں گے۔ دیکھو :-

و- خداتعالیٰ آدمؑ کے متعلق فرماتا ہے۔ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيهِ مِنْ رُّوْحِهٖ (السجدۃ : ۱۰) فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ۔ (الحجر : ۳۰، صٓ : ۷۳) گویا آدمؑ میں بھی بعینہٖ مسیح کی طرح خدا کی رُوح پھونکی گئی۔ کیا وہ بھی خدا بن گیا۔

ب- جبرائیل کے حق میں فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۔ (مریم : ۱۸)

ج- پھر حزقیال ۳۷/۱۴ عربی بائبل صفحہ ۱۲۲٦ میں ان لوگوں کے متعلق جو اپنے گھروں سے ہزاروں کی تعداد میں نکالے گئے تھے اور ان کو مار دیا گیا تھا اور پھر زندہ کیا۔ تو اس زندہ کرنے کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے فَاُعْطِيْ فِيْكُمْ رُوْحِيْ (حزقیال ۳۷/۱۴ عربی بائبل صفحہ ۱۲۲٦) جس کے مقابل اُردو بائبل میں یہ الفاظ ہیں:-

"اور مَیں اپنی رُوح تم میں ڈالوں گا اور تم جیو گے"۔ الغرض اس طرح صرف مسیح خدا نہ ہوا بلکہ سب سے پہلے آدمؑ پھر اس کی اولاد اور جبرائیلؑ وغیرہ تمام خدا ہوئے۔

د- خود بائبل میں "رُوح اللہ" اور "خدا کی رُوح" کا لفظ غیر خدا کے لیے بے شمار مرتبہ استعمال ہوا ہے بلکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد نبوت ہے۔ ملاحظہ ہو:-

۱- بادشاہ مصر نے حضرت یوسف کے متعلق کہا۔ کیا ہم ایسا جیسا کہ یہ مرد ہے کہ جس میں خُدا کی رُوح ہے پا سکتے ہیں؟"
(خروج ۴۱/۳۸)

۲- دیکھو خداوند نے بضلی ایل کو۔۔۔ حکمت اور فہم اور دانش اور سب طرح کی کاریگریوں میں روح سے معمور کیا"
(خروج ۳۵/۳۱)

۳- نیز دیکھو حزقی ایل ۳۷/۱۴، گنتی ۲۴/۲، ۲۷/۱۸ و خروج ۳۱/۳ و دانیال ۴/۸، ۹، ۱۸ و یسعیاہ ۶۱/۱ و نحمیاہ ۹/۳۰

نئے عہد نامے میں یہ الفاظ بکثرت استعمال ہوئے ہیں۔

۱- "بولنے والے تم (حواری) نہیں بلکہ تمہارے باپ کی رُوح مجھ میں بھی ہے"۔ (۱-کرنتھیوں ۷/۴۰)

۲- انجیل کا مندرجہ ذیل حوالہ سب سے صاف ہے:-

"خدا نے کہا۔ آخری دنوں میں ایسا ہوگا کہ مَیں اپنی رُوح میں سے ہر بشر پر ڈالونگا اور تمہارے بیٹے اور تمہاری بیٹیاں نبوت کرینگی"
(اعمال ۲/۱۷)

۳- انجیل کے مندرجہ ذیل مقامات دیکھو:-

لوقا ۱/۳۵ و ۱/۴۱ و ۱/٦۷ و ۲/۲۵ و ۱/۱۵۔ اعمال ۲/۴ و ۱-کرنتھیوں ۱۲/۴ تا ۱۱

تیرھویں دلیل :- مسیح کو قرآن مجید میں کلمۃ اللہ کہا گیا ہے۔ لہٰذا وہ خدا ہے۔

جواب :- قرآن مجید میں ہے :- لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف : ۱۱۰) پس خدا کے کلمات کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اگر خدا کے کلمے خدا ہونے لگے تو پھر دُنیا کا ذرہ ذرہ خدا بن جائیگا۔

خداتعالیٰ ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اگر تمام درخت قلمیں اور سب سمندر سیاہی بن جائیں مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ۔ (لقمٰن : ۲۸) پھر بھی کلمات اللہ شمار نہ ہو سکیں۔

چودھویں دلیل :- انجیل میں مسیح کی نسبت "وسیلہ" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ وہ خُدا ہے۔ ایسا ہی نئے عہد کا درمیانی کہا گیا ہے۔

جواب :- چہ خوش گفت است سعدی درزلیخا ؎ اَلَا یا ایھا الساقی اَدِر کاسًا و ناوِلْھا

بائبل میں "وسیلہ" کا لفظ بمعنی معرفت استعمال ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو :-

"کیونکہ اُس نے ایک دن ٹھہرایا ہے جس میں وہ راستی سے دُنیا کی عدالت اس آدمی کی معرفت کرے گا جسے اُس نے مقرر کیا ہے" (اعمال ۱۷/۳۱)

اب دیکھئے بائبل میں کیا لکھا ہے :-

"تب بھی تو بہت برس تک ان کی برداشت کرتا رہا اور اپنی روح سے یعنی اپنے نبیوں کی معرفت سے انہیں سمجھاتا رہا ہے" (نحمیاہ ۹/۳۰)

پس تمام انبیاء ہی خدا اور انسانوں کے درمیان وسیلہ ثابت ہوتے۔ مسیح کی خصوصیت کیا رہی؟ نیز ملاحظہ ہو۔

"تُو نے رُوح القدس کے وسیلہ سے ہمارے باپ اپنے خادم داؤد کی زبانی فرمایا" (اعمال ۴/۲۵)

لغت میں بھی ہے :- اَلْوَسِیْلَۃُ : وَ الْوَسِیْلَۃُ مَا یُتَقَرَّبُ بِہٖ اِلَی الْغَیْرِ۔ اَلْمَنْزِلَۃُ عِنْدَ الْمَلِکِ۔ اَلدَّرَجَۃُ (المنجد)

پس وسیلہ کے معنے مقربِ الٰہی اور صاحبِ درجہ ہونے کے ہیں۔ نہ کہ خدا ہونے کے۔

خُدا کا تجسّم محال ہے۔

انجیل کا مندرجہ ذیل اقتباس عیسائی پادریوں کی تمام منطقیانہ موشگافیوں کے جواب کیلئے کافی ہے۔

"اگرچہ انہوں نے خدا کو جان لیا۔ مگر اس کی خدائی کے لائق اس کی بڑائی اور شکرگذاری نہ کی۔ بلکہ وہ باطل خیالات میں پڑگئے اور ان کے بے سمجھ دلوں پر اندھیرا چھا گیا۔ وہ اپنے آپ کو دانا جتا کر بے وقوف بن گئے اور غیرفانی خدا کے جلال کو فانی انسان اور پرندوں اور چوپایوں اور کیڑے مکوڑوں کی صورت میں بدل ڈالا۔"

(رومیوں ۱/۲۱ تا ۲۳)

حواری خُدا کی عبادت کرتے تھے

۱۔ "ہم جو خدا کی رُوح سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور یسوع مسیح پر فخر کرتے ہیں"۔ (فلپیوں ۳/۳)

۲۔ "مگر سچے پرستار روح اور راستی سے باپ کی پرستش کرتے ہیں" (یوحنا ۴/۲۳،۲۴)

۳۔ حواروں کا ایمان مسیح کا باپ سے کمتر ہونے پر بہت صاف تھا۔ چنانچہ پولوس کا کلام شرک بھا۔ ... کے ہو۔ مسیح خدا کا ہے۔ ہر ایک مرد کا سر مسیح ہے۔ اور مسیح کا سر خدا ہے۔

(کرنتھیوں ۳/۲۳ و ۱۱/۳)

۴۔ حواری سوائے باپ کے کسی کو خدا نہ کہتے تھے۔
"ہمارا ایک خدا ہے جو باپ ہے"۔ (۱۔کرنتھیوں $\frac{۶}{۸}$)

۵۔ اس اکیلے سچے خدا کی تعریف۔ وہ مبارک اور اکیلا حاکم۔ بادشاہوں کا بادشاہ اور خداوندوں کا خُدا ہے۔ فقط اسی کو ہے۔ وہ اس نُور میں رہتا ہے جس تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اور اسے کسی انسان نے نہ دیکھا اور نہ دیکھ سکتا ہے اس کی عزت اور سلطنت ابد تک رہے۔ (۱۔تیمتھیس $\frac{۶}{۱۶،۱۵}$)۔

مسیح نے خُدائی کا دعویٰ نہیں کیا

(اقبالِ ڈگری)

مسیح نے خدا ہونے کا دعویٰ بالکل نہیں کیا۔ یہ صرف عیسائی صاحبان کی خوش فہمی ہے کہ اُن کو خدا بنا رہے ہیں۔ بلکہ اگر حضرت عیسیٰ نے اپنے متعلق خدا یا ابن کا لفظ استعمال بھی کیا ہے۔ تو صرف انہی معنوں میں کیا ہے جن معنوں میں تمام نبیوں اور بزرگوں پر اس لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے۔ ثبوت اِس کا سُنیئے:۔

ایک دفعہ حضرت مسیح نے یہودیوں کے سامنے دعویٰ کیا کہ مَیں ابن اللہ ہوں۔ یہود یہ سُنکر طیش میں آگئے اور انہوں نے ارادہ کیا کہ مسیح پر پتھراؤ کریں۔ مسیح نے کہا کہ تم مجھے کس قصور پر سزا دیتے ہو انہوں نے کہا کہ تو انسان ہو کر اپنے تئیں خدا بناتا ہے۔ اس کفر بکنے کی ہم سزا دیتے ہیں۔ مسیح نے جواب میں کہا:"کیا تمہاری شریعت میں نہیں لکھا کہ مَیں نے کہا۔ تم خدا ہو۔ جبکہ اُس نے انہیں جن کے پاس کلام آیا خدا کہا اور ممکن نہیں کہ کتاب باطل ہو"۔ (یوحنا باب ۱۰۔آیت ۳۴ تا ۳۶)

اِس عبارت کو سُنا کر مسیح نے اپنے ابن اللہ ہونے کی حقیقت کھول دی۔ کہ تم ناحق مجھے کافر کہتے ہو۔ جب کہ توریت میں لکھا ہے کہ تمام وہ لوگ جن کے پاس خدا کا کلام آیا۔ یعنی یہود خدا ہیں۔ تو پھر تم میرے ابن اللہ کہلانے پر خفا کیوں ہوتے ہو۔ جبکہ تمہارے ہاں کتبِ انبیاء میں لکھا ہے کہ قضاۃ اور بزرگ لوگ الوہیم یعنی خدا ہیں۔ اسی طرح انہی معنوں میں مَیں بھی ابن اللہ ہونے کا مدعی ہوں۔

الہامی منطق

(مسیح میں خدائی صفات نہ پائی جاتی تھیں)۔

۱۔ خدا آزمایا نہیں جاتا۔ (یعقوب $\frac{۱}{۱۳}$)
مسیح آزمایا گیا۔ (متی $\frac{۴}{۱}$ و عبرانیوں $\frac{۴}{۱۵}$) لہٰذا مسیح خدا نہیں۔

۲۔ خدا نہیں مرتا۔ ۱۔تیمتھیس $\frac{۶}{۱۶}$ و دانی ایل $\frac{۶}{۲۶}$
مسیح مرا۔ (متی $\frac{۲۷}{۵۰}$ و یوحنا $\frac{۱۹}{۳۰}$ و رومیوں $\frac{۵}{۶}$)
نتیجہ مسیح خدا نہیں۔

۳۔ خدا قیوم ہے۔

مسیح قیوم نہیں (متی ۲۰/۲۳ - اپنے دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں)۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کسی سے دُعا نہیں مانگتا۔
مسیح نے دُعا مانگی۔ (لوقا ۵/۱۶ و ۲۲/۴۴)

۵۔ خدا قادرِ مطلق ہے۔ آپ سے ہر کام کر سکتا ہے (۲۔ کرنتھیوں ۶/۱۸)
مسیح قادرِ مطلق نہ تھا اور آپ سے ہر کام نہ کر سکتا تھا۔ (یوحنا ۵/۳۰ و ۸/۲۸)
صغریٰ:۔ اَلْمَسِیْحُ غَیْرُ قَادِرٍ
کبریٰ:۔ وَکُلُّ مَا هُوَ غَیْرُ قَادِرٍ فَلَیْسَ هُوَ بِاِلٰهٍ
نتیجہ:۔ فَالْمَسِیْحُ غَیْرُ اِلٰهٍ

۶۔ صرف خُدا عالم الغیب ہے۔ (۱۔ سلاطین ۸/۳۹)
"تو ہاں تُو ہی اکیلا سارے بنی آدم کے دلوں کو جانتا ہے۔")
لیکن مسیح عالم الغیب نہ تھا۔ ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو۔ (مرقس ۱۳/۳۲)
"لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا۔ نہ آسمان کے فرشتے نہ بیٹا۔ مگر باپ۔"
ب۔ انجیر کا درخت۔ (متی ۲۱/۱۸،۱۹)
ج۔ مجھے کس نے چھُوا۔ (لوقا ۸/۴۵،۴۶)
د۔ پطرس کو جنت کی کنجیاں۔ (متی ۱۶/۱۹)
مگر بعد میں پطرس شیطان (متی ۱۶/۲۳)

۷۔ خدا قائم بالذات ہے۔
مسیح قائم بالذات نہیں۔ (۲۔ کرنتھیوں ۱۳/۴ و رومیوں ۶/۱۰)

۸۔ خدا جو کہتا ہے ہو جاتا ہے۔ (حزقی ایل ۱۲/۲۵ و زبور ۵/۱ و مرقس ۱۴/۳۶)
مسیح جو کہتا ہے وہ نہیں ہوتا۔ (الف) متی ۲۰/۲۳ اپنے دائیں بائیں بٹھانا میرا کام نہیں۔
ب۔ یوحنا ۵/۳۰ "میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا۔"
ج۔ متی ۱۶/۲۸۔ شاگردوں سے کہا کہ تم میں سے کئی زندہ ہونگے کہ میں آسمان سے واپس آ جاؤنگا۔
لیکن ابھی تک نہیں آیا۔ شاگرد سب مر گئے۔

۹۔ خدا نہیں تھکتا اور ماندہ نہیں ہوتا۔ (یسعیاہ ۴۰/۲۸ و یرمیاہ ۱۰/۹)
مسیح تھکا ماندہ ہوا۔ (یوحنا ۴/۶۔ چنانچہ یسوع سفر سے تھکا ماندہ ہو کر اس کوئیں پر بیٹھ گیا)

۱۰۔ "خدا تھکے ہوؤں کو زور بخشتا ہے اور ناتوانوں کی توانائی زیادہ کرتا ہے۔" (یسعیاہ ۴۰/۲۹ و زبور ۱۴۵/۱۴)
مگر مسیح کا اپنا یہ حال ہے کہ:۔ "لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لیے سر دھرنے کی جگہ نہیں۔" (متی ۸/۲۰) لہٰذا مسیح خُدا نہیں۔

تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ

معقولی دلائل در تردیدِ الوہیّتِ مسیح

۱۔ ہندو لوگ کرشن جی مہاراج کو خدا کہتے ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ کرشن کو خدا نہ مانیں اور مسیح کو خدا مان لیں؟

۲۔ جب مسیح مر گیا (متی ۲۷/۵۰) اور دو رات دن مرا رہا۔ تو کیا خدا مر جایا کرتے ہیں؟ خدا نہیں مر سکتا۔

۳۔ جب مسیح نے تجسّم اختیار کیا تھا تو ثلاثہ اقانیم اکٹھے یکجا تھے یا دو الگ اور اقنوم ثانی جسم میں تھا؟ اگر دو الگ الگ تھے۔ تو مجموعہ الوہیّت مکمل نہ رہا۔ اور اگر ثلاثہ اقانیم یک جا تھے تو صرف اقنوم ثانی نے ہی تجسّم اختیار نہ کیا بلکہ ثلاثہ اقانیم نے۔

۴۔ مسیح دشمنوں کے مقابلہ میں مغلوب ہوا مصلوب و ملعون ہوا کیا خدا مغلوب و مصلوب و ملعون ہو سکتا ہے؟ اگر ہو سکتا ہے۔ تو عاجز انسان اور خدا کے درمیان ما بہ الامتیاز کیا شے ہے؟

۵۔ جب مسیح نے یہ کہا تھا کہ اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھ میں سونپتا ہوں اور مر گیا تھا (لوقا ۲۳/۴۶) تب کونسی روح بول رہی تھی۔ انسانی یا الٰہی؟ اگر کہو انسانی فقط۔ تو الٰہی روح کہاں گئی تھی؟ اور یہ بھی بتاؤ کہ روحیں دو ہیں؟ مگر مسیح ایک۔ ایک الٰہی روح جو غیر محدود اور ایک انسانی جو محدود ہے تو یہ دونوں ایک جسم میں کس طرح حلول کر سکتی ہیں؟

۶۔ مسیح کہتا ہے جو عورتوں سے پیدا ہوئے یوحنّا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا ظاہر نہیں ہوا (متی ۱۱/۱۱) مسیح بھی عورت سے پیدا ہوا تھا۔ یوحنّا سے چھوٹا ہوا۔ پس یوحنّا بڑا خدا ہوا۔ کیونکہ جب یوحنّا سے چھوٹا خدا ہو گیا۔ تو یوحنّا بڑا خدا ہو گا۔

۷۔ ایوب ۷/۹ میں لکھا ہے۔ "جو گور میں اترا۔ پھر اوپر نہ آئے گا۔" تو مسیح مر کر قبر سے کیونکر نکلا۔

۸۔ ایوب ۸/۲۰۔ "خدا سچّے آدمی کو نہیں چھوڑیگا۔ وہ بدکاروں کی امداد نہیں کرتا۔" اور مسیح مغلوب، مصلوب اور یہودی کامیاب ہوئے۔

۹۔ استثنا ۱۸/۲۰ میں ہے۔ غیر معبودوں کی پرستش کی طرف بلانے والا جھوٹا ہے۔ وہ قتل کیا جاویگا۔" مسیح نے آکر خود کو خدا کہا اور مقتول ہوئے تو جھوٹے ثابت ہوئے نہ کہ خدا اور سچّا خدا۔

۱۰۔ اگر مسیح بغیر باپ ہونے کی وجہ سے خدا ہے تو ملک صدق سالم کیوں خدا نہیں۔ (عبرانیوں ۷/۳)

۱۱۔ مرقس ۱۰/۱۸۔ "اے نیک استاد! مگر مسیح کو خود نیک ہونے سے انکار ہے۔ (حوالہ مذکور)

کفّارہ

مسیحی مفہوم: اوّل:۔ ہر انسان گنہگار ہے۔ نہ صرف بلوغت سے لیکر بلکہ پیدائشی گنہگار ہے۔ دوم:۔ اس لئے کہ آدم و حوّا نے گناہ کیا اور اولاد میں وراثتاً آیا۔ اس لئے ہر انسان گنہگار ہے۔ سوم صفاتِ الٰہی میں چونکہ خدا عادل ہے۔ بلا وجہ بخش نہیں سکتا۔ اور وہ رحیم بھی ہے بوجہ عدل چھوڑ نہیں سکتا۔ بوجہ رحم اقنوم ثانی کو تجسّم اختیار کرنا پڑا (نہ معلوم خود تجسّم اختیار کیا یا باپ کے حکم سے کیونکہ سب اقنوم الوہیّت

میں مساوی ہیں (خادم) اور دوسری طرف خدا نے انسان بن کر اور مصلوب ہو کر جہان کے گناہ اُٹھائے - جو کوئی اس پر ایمان لاتا ہے - اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں بوجہ مسیح کی اس تکلیف کے جو اس نے صلیب پر برداشت کی۔

بنیاد کفارہ : گناہ پیدائش سے ہے - عملوں سے نہیں - تمام لوگ پیدائش سے (مرد و عورت سے پیدا ہوئے - اس لئے) گنہگار ہوتے - مسیح بے گناہ (صرف عورت سے پیدا ہوا) تھا - اس لئے قربان ہوا اور دُنیا کو گناہوں سے نجات دی -

تعریف کفارہ : کفارہ کے لفظی معنے ڈھکنا - ڈھانپنا - خدا کا ایک بیٹا ہے - اور وہ ایک بیٹا ہے - اُس خدا کے بیٹے نے مریم کے پیٹ میں حلول کیا - اور وہ خدا کا بیٹا - انسان کے بیٹے کی شکل میں پیدا ہوا - خُدائی کا دعویدار ہوا - یہودیوں نے پکڑ کے صلیب پر لٹکا کر جان نکال دی - یہ تکلیف خُدا کے بیٹے نے محض انسان کے گناہوں کی وجہ سے اُٹھائی - اور اب وہ گناہوں کا کفارہ ہو گئے - اب کسی قسم کی سزا انسان کو نہ دی جائیگی -

ضرورتِ کفارہ : انسان گناہگار ہے اور گناہ کا نتیجہ موت ہے بلکہ جہنّم کی سزا - مگر خدا رحیم ہے اس کا رحم چاہتا ہے کہ انسان سزا سے بچ جاوے - پھر وہ عادل ہے - عدل کا تقاضا ہے کہ سزا ضرور دی جائے - اب رحم اور عدل ایک جگہ کس طرح جمع ہوں - خدا کا بیٹا گناہوں کو اپنے اوپر لے کر اپنا مارا جانا قبول کر کے تمام جہانوں کے لئے نجات کا ذریعہ ہو گیا -

کفارہ کی تائید میں حوالجات کی تردید جو یسوعیوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں

(۱) "اچھا گڈریا مَیں ہوں - اچھا گڈریا بھیڑوں کے لیئے اپنی جان دیتا ہے "

(۲) "یسوع کے صلیب دیئے جانے کا دن قریب آیا تو ایک دن روٹی کھانے کے وقت روٹی اور انگور کا رس جماعت میں تقسیم کرتے ہوئے کہا - کھاؤ یہ میرا بدن ہے اور پیؤ - یہ میرا لہو ہے -

ابطال ۱- آدم سے زیادہ گنہگار حوا تھی - اس لئے جو صرف عورت سے پیدا ہوا - وہ زیادہ گنہگار ہوا تو قربان کیسے ہوا ؟ قربان تو معصوم ہو سکتا ہے بقول شما (دیکھو توریت - کہ سانپ نے بہکا کر حوا کو دانہ کھلایا جس پر حوا نے آدم کو بہکایا - پیدائش ۳/۷)-

۲- انجیل میں لکھا ہے کہ یسوع کے مصلوب ہونے سے قبل یوحنا اور زکریا مع اپنی بیوی کے نہایت پاک اور راستباز تھے - ثابت ہوا کہ کفارہ پر ایمان لائے بغیر بھی آدمی راستباز ہو سکتا ہے - کفارہ ضروری نہ رہا - نیز یسوع سے پہلے جتنے انبیاء تھے ان کی نجات کس طرح ہوئی ؟

۵ - زکریا اور اس کی بیوی وہ دونوں خداوند کے حضور راستباز اور خداوند کے سارے حکموں اور قانونوں پر بے عیب چلنے والے تھے " (لوقا ۱/۶،۵)

ب - "یوحنا خداوند کے حضور بزرگ " (لوقا ۱/۱۵)

ج۔ "یوحنا بپتسمہ دینے والے سے کوئی بڑا نہیں"۔ (متی ۱۱/۱۱)

د۔ "یوحنا نبی سے بھی بڑا تھا"۔ (لوقا ۷/۲۸)

۳۔ اگر کفارہ صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ یہودا اسکریوطی مسیح کے پکڑوانے والے کو جزائے خیر ملے اور نجاتِ ابدی کو پہنچے۔

۴۔ یہ عدل نہیں کہ گنہگار دُنیا میں اچھی طرح گناہ کریں اور عاقبت کو بھی جنت میں داخل ہوں اور ان کے عوض حضرت مسیح بے گناہ صلیب پر چڑھائے جائیں اور دوزخ میں بھی رہیں غرض یہ ظلم ہے۔

۵۔ اگر حضرت عیسٰی اپنی خوشی سے کفارہ قبول کرتے تو صلیب پر کیوں پُکار پکار کر کہتے کہ ایلی ایلی لما سبقتانی یعنی اے میرے خدا! اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔ معلوم ہوا کہ جبراً صلیب دیا گیا۔ پس وہ کفارہ گناہوں کا کیسے ہوتے؟ (متی ۲۷/۴۶)

۶۔ جب مسیح نے سب گناہ اُٹھا لئے۔ تو گویا وہ مجموعہ گناہوں کا ہوئے پس گناہ گار آدمی اپنے گناہ سے عذاب ابدی میں رہیگا۔ تو کیا حال ہے اس کا جس نے سب کے گناہ اُٹھائے۔

۷۔ بتقدیر تسلیم کفارہ انبیاء جو پہلے مسیح سے گذرے ہیں لازم آتا ہے کہ کفارہ کے بغیر دوزخ میں رہے ہوں۔ کیونکہ تب تک کفارہ نہ ہوا تھا۔

۸۔ ہم پوچھتے ہیں کہ کفارہ سب کا ہوا ہے یا کہ موجودین کا۔ برتقدیر ثانی آئندہ اور گزشتہ کے واسطے نیا کفارہ چاہیئے۔ برتقدیر اوّل جب لوگ اور گناہ پیدا نہ ہوئے تھے تو ان کے گناہ کیونکر ایک شخص نے اُٹھا لئے؟

۹۔ جب مسیح نے سب گناہ اُٹھا لئے تو وہ گویا اوّل نمبر پر گنہگاروں میں سے ہوئے پس محتاج ہوتے طرف کسی مُنجی کے۔ کیونکہ بجز مُنجی کے نجات ممکن نہیں۔ پس وہ بھی محتاج کفارہ کا ہوگا اور تسلسل لازم آئیگا۔

۱۰۔ کفارہ سے لازم آتا ہے کہ قاتل اور چور وغیرہ مجرموں کو پھانسی کی سزا نہ دی جائے۔ حالانکہ مسیحی لوگ سزا دیتے اور لیتے بھی ہیں۔

۱۱۔ جب کفارہ ہوگیا۔ تو نیکی کرنے کی کیا حاجت رہی۔ باوجود اسکے مسیح نے چالیس روزے رکھے اور حواری بھی پابندی نیکی کی کرتے رہے۔

۱۲۔ اگر مسیح نے گناہ اُٹھائے بھی ہیں تو لازم آتا ہے کہ امور غیر متناہی واقع ہوں۔

۱۳۔ مسیح اگر کفارہ ہونے کو آتے تھے تو آتے ہی کفارہ کیوں نہ ہوئے۔ بلکہ انجیل سے ثابت ہے کہ خلقت کو نصیحت کرنے آتے تھے۔ (لوقا: ۳/۱۸)

۱۴۔ اس کفارہ کے ہونے سے معافی گناہ کی تو نہیں ہوئی۔ بلکہ زیادتی وقوع میں آئی ہے کیونکہ یہودی مسیح کی تحقیر کرنے کے باعث مستحق عذاب کے ہوئے۔

۱۵۔ اگر کفارہ موافق مرضی خدا کے ہوتا تو علامات رحمت ظاہر ہوتیں حالانکہ چار انجیلوں سے ثابت ہے کہ بعد سُولی کے اس طرح کی علامات خدا کے قہر کی ظاہر ہوئیں کہ کبھی نہ ہوئی ہونگی۔ مثلاً جہان میں اندھیرا

ہوجانا۔ اور مُردوں کا قبروں سے نکلنا۔ زمین کا کانپنا۔ ہیکل کا پردہ پھٹ جانا۔ وغیرہ وغیرہ۔

۱۶۔ جبکہ باقرار مسیحیان حضرت عیسٰی جزو خدا ہیں تو یہ ظاہر ہے کہ صلیب پر کھینچنے والا انسان تھا۔ پس اس سے غلبہ مخلوق کا خالق پر پایا جاتا ہے۔

۱۷۔ کفارہ کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ کسی بخشش کرنے والے کی حاجت نہ رہے۔ حالانکہ کتاب اعمال میں موجود ہے کہ حواری بخشش دیتے تھے اور مسیح حواریوں کو فرماتے تھے کہ جس کو تم بخشو گے وہ بخشا جائیگا۔

۱۸۔ اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت عیسٰی قیامت کو عدالت کرینگے اگر یہ سچ ہے تو بطلان کفارہ میں کیا شک ہے۔

۱۹۔ ہر ایک فرقے پر اطاعت و تقلید پیشوا اپنے کی لازم ہے پس اگر مسیح مصلوب ہوئے تو عیسائی کیوں صلیب پر نہیں چڑھتے۔

۲۰۔ اعتقاد کفارہ سے تحقیر شان متصور ہے یہ تحقیر ان کے پیرو پولوس بھی کرتے رہے۔ قطع نظر مخالف کے۔ چنانچہ گلتیوں کے خط میں لکھا ہے۔ جو سُولی دیا گیا وہ لعنتی ہے۔ گلتیوں ۳/۱۳۔ مصلوب خدا کا ملعون ہوتا ہے۔ استثنا ۲۱/۲۳۔

۲۱۔ اگر مسیح کفارہ ہونے آئے تھے تو دعا رو رو کر نہ مانگتے۔ حالانکہ انجیل میں موجود ہے کہ مسیح نے رات بھر بہت تضرع سے یہ دُعا مانگی کہ یہ عذاب سُولی کا مجھ سے ٹل جائے دیکھو متی ۲۶/۳۹ و مرقس ۱۴/۳۶ و لوقا ۲۲/۴۲۔

۲۲۔ مسیح من حیث الروح کفارہ ہوئے یا من حیث الجسم۔ بر تقدیر ثانی جسم انکا بشریت کا تھا اور کل بشر گنہگار ہیں۔ بر تقدیر اول رُوح کو آپ خدا سمجھتے ہیں وہ سُولی دیئے جانے سے مبرا ہے۔ دوسرے رُوح محسوس نہیں جو صلیب پر کھینچا جاتا۔ اپنے جسم کے متعلق مسیح خود کہتا ہے جسم کمزور ہے (مرقس ۱۴/۳۸)

۲۳۔ ا۔ جو ایمان لاتا ہے نجات پائیگا۔ یوحنا ۳/۱۶-۱۹ و رومیوں ۳/۲۵۔

ب۔ ایمانداروں کی علامتیں دیکھو متی ۱۷/۲۰ و ۱۸/۹ و ۲۱/۲۱ و مرقس ۱۶/۱۷ و یوحنا ۱۴/۱۱-۱۲۔ پہاڑ ہٹانا درخت سوکھانا۔ زہر کھانا۔ بیماروں کو شفا دینا وغیرہ وغیرہ۔ مگر چونکہ کسی عیسائی میں یہ علامتیں نہیں۔ لہٰذا کوئی بھی ایماندار نہیں۔ کسی کی نجات نہ ہوئی۔ کفارہ باطل۔

۲۴۔ مسیح کی قربانی خلافِ فطرت و عقل ہے۔ ہمیشہ چھوٹی چیز بڑی چیز پر قربان ہوتی ہے۔ لفظ قربانی "قرب" سے نکلا ہے۔

۲۵۔ کفارہ پر ایمان لانے کے بعد مسیحی لوگوں سے گناہ سرزد ہی نہیں ہوتے یا ہوتے ہیں، لیکن معاف ہو جاتے ہیں اگر سرزد نہیں ہوتے مشاہدہ کے خلاف۔ ہو جاتے ہیں اور معاف ہوتے ہیں۔ دلیل دو۔

۲۶۔ مسیح نے اپنی مرضی سے کفارہ ہو کر اپنے ذمے بندوں کے گناہ لئے یا باپ کی مرضی سے۔ اگر باپ کی مرضی سے تو باپ غیر عادل۔ اگر اپنی مرضی سے تو خود غیر عادل۔

۲۷۔ انسان بوجہ گنہگار ہونے کے کفارہ ہو سکتا تھا۔ وہ فطرتاً گنہگار ہے۔ تمام لوگ ابن آدم ہیں، مگر مسیح ابن اللہ ہے اور پاک ہے۔ اس لئے کفارہ ہوا مگر ہم کہتے ہیں۔ وہ ابن آدم بھی ہے۔ پھر حوا

نے بھی گناہ کیا تھا بلکہ آدم سے پہلے اسی نے گناہ کیا - اور مریم بھی اولاد آدم سے تھی - مسیح ان سے پیدا ہوتے ماں کے خواص بچے میں سرایت کرتے ہیں - مسیح کی ماں بے گناہ نہ تھی - نسلِ آدم سے تھی - اس لیے مسیح گناہ سے کیسے پاک ہوتے ؟ وہ بھی گنہگار ہوتے " جو عورت سے پیدا ہوا کیونکر پاک ٹھہرے - (ایوب ۲۵/۴ و ۱۵/۱۴)

۲۸ - آدم کی وجہ سے ساری نسل کا گنہگار ہونا خدا کے عدل کے خلاف ہے -

۲۹ - موت گناہ کی سزا ہے - جب گناہ معاف ہو چکا تو پھر موت کیسی ؟ رومیوں ۶/۲۳

۳۰ - عورت دردِ زہ سے بچہ جنے گی - مرد پسینہ کی کمائی سے روٹی کمائے گا - مگر کفارہ پر ایمان لا کر بھی دردِ زہ ہوتا اور پسینہ کی کمائی سے روٹی نصیب ہوتی ہے -

۳۱ - یہودیوں نے احسان کیا کہ کفارہ ادا کر دیا - پھر لعنتی کیوں ہوئے ؟

۳۲ - چونکہ مسیح کا دعویٰ صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لیے آنے کا تھا - اس کا کفارہ بھی صرف بنی اسرائیل کے لئے ہوگا - تمہارا اس کی تبلیغ کرکے لوگوں کو دھوکہ دینا کیونکر جائز ہے -

ﺍ - " میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا " (متی ۱۵/۲۴)

ب - " لڑکوں کی روٹی کتوں کے آگے ڈالنا اچھا نہیں " (متی ۱۵/۲۶)

ج - " اس نے شاگردوں کو ہدایت کی کہ بنی اسرائیلیوں کے سوا اور کسی کو تبلیغ نہ کرنا " (متی ۱۰/۵،۶)

د - پولوس کا یسوع کی وفات کے بعد غیر قوموں کو تبلیغ کرنا محض غصہ کی وجہ سے تھا (اعمال ۱۴/۵،۷) اور یسوع کے دوسرے شاگرد پطرس سے جھگڑے کہ تو نے غیر قوموں کے پاس جا کر کیوں منادی کی - (اعمال ۱۱/۳) اور اس کے جواب میں اس نے ایک بے معنی سا خواب سنا کر ان کو منانا چاہا - اگر یسوع نے کبھی غیر قوموں کی ہدایت کا بھی دعویٰ کیا ہوتا - تو پطرس اپنی خواب سنانے کی بجائے یسوع کا وہ قول پیش کرتا جس سے ثابت ہوا کہ غیر قوموں میں تبلیغ محض پولوس کی ایجاد ہے - پس جب کفارہ بنی اسرائیلیوں میں محدود ہو گیا - تو خدا کی باقی ساری مخلوق اس سے محروم ہو گئی اور خدا کے بیٹے کی اتنی بڑی قربانی " کوہ کندن و کاہ برآوردن " کی مصداق ہوئی -

۳۳ - قول عیسائی کہ انسان کمزور ہے - گناہ اٹھا نہیں سکتا - اس لئے خدا کے بیٹے نے وہ گناہ اٹھا لیے یہ عدل کے خلاف ہے - دوسروں کے عوض میں کسی کو سزا کیوں دی جاوے - اس موقع پر تو " اندھیر نگری چوپٹ راجہ " والی مثال صادق آئے گی -

۳۴ - قول عیسائی کہ اگر خدا گناہوں کی سزا نہ دیوے اور وہ بخش دے تو یہ عدل کے خلاف ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں نے عدل کی تعریف غلط سمجھی ہے - عدل کہتے ہیں کسی کا حق نہ مارنا - جیسے مزدور کو ایک روپیہ کی بجائے دو دیدیں تو یہ عدل کے خلاف نہیں - ہاں ایک روپیہ کی بجائے آٹھ آنے دیدیں تو خلافِ عدل ہے - اسی طرح گناہ معاف کرنا عدل کے خلاف نہیں ہاں بڑھ کر سزا دینا عدل کے خلاف ہے ثواب میں انعام ہوتا ہے اگر اعمال سے زیادہ دیا جائے تو خلافِ عدل نہیں -

---

اسکے متعلق انجیل کی شہادت ۔ صاحبِ مکان کے مزدوروں کا قصّہ

نقلی دلائل

۱۔ متی ۶/۱۴ ۔ "اگر تم آدمیوں کے گناہ بخشو گے تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہیں بخشدیگا"۔ پس جب خود خدا نہیں بخش سکتا تو وہ بندوں کو کیسے کہتا ہے کہ تم بخشو؟

۲۔ استثنا ۹/۱۸-۱۹ ۔ اسرائیلیوں کی ہلاکت کو نبی کی دُعا سے ٹال دیا"۔ معلوم ہوا کہ گناہ بغیر کفارہ بھی معاف ہو سکتے ہیں۔

۳۔ پیدائش ۲۰/۷ ۔ نبی کی دُعا ہمارے واسطے شفاعت کرتی ہے اور ہمیں زندگی بخشتی ہے"۔ کسی کفارہ کی ضرورت نہ رہی۔

کفارہ پر ایمان لانے سے خرابیاں

(۱) دُعا کا مسئلہ فضول جاتا ہے (۲) گناہ پر دلیری ۔ عیسائی گناہ کرے یسوع بخشوا دیگا۔ یوحنا ۲/۱ ۔ (۳) نبی کو لعنتی ماننا پڑتا ہے (۴) توریت کا انکار کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اس میں کفارہ کا ذکر نہیں (۵) خدا غیر عادل ٹھہرتا ہے کہ ناحق اپنے بیٹے کو سُولی دی۔

۳۵۔ یسعیاہ ۵۵/۷ ۔ "وہ جو شریر ہے اپنی راہ کو ترک کرے اور بدکردار اپنے خیالوں کو۔ اور خداوند کی طرف پھرے کہ وہ اس پر رحم کریگا۔ اور ہمارے خدا کی طرف کہ وہ کثرت سے معاف کریگا"۔ اس میں گناہوں کی معافی کا ذریعہ ترکِ گناہ بتایا ہے نہ کہ کفارہ۔

۳۶۔ اگر کفارہ سچ ہے تو خدا رحیم نہیں۔ کیونکہ اس نے بہر حال سزا دے لی۔ پھر وہ رحم کہاں برتتا ہے؟ عیسائیوں کے مزعومہ عدل کو پورا کر لیا۔

۳۷۔ سزا کی غرض بندہ کی اصلاح ہے۔ بیٹے کو سزا دیکر بندے کی کیا اصلاح ہوئی۔ اس سے خدا تو خوش نہیں ہوتا۔ نہ نیکی سے اُسے فائدہ ہے اور نہ بدی سے کوئی نقصان۔ پس اصل غرض سزا کی اصلاحِ نفس ہے۔ جب وہ نہ ہوئی تو کفارہ بے فائدہ۔ نیز کفارہ ساز گناہ کی سزا کی غرض سے ناواقف معلوم ہوتا ہے۔

۳۸۔ یسوعی کہتے ہیں کہ کفارہ ہو سکتا ہے۔ جیسے ایک بادشاہ کا قرضدار جب اپنا قرض ادا نہ کر سکے تو بادشاہ کا بیٹا اگر اس قرض کو ادا کر دے تو وہ چھوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح جب لوگوں کے گناہ بیٹے نے اُٹھا لیے تو وہ سزا سے بری ہو گئے۔ مگر اتنا نہیں سوچا کہ جب بیٹا اِتنا اختیار رکھتا ہے کہ اپنے خزانے سے دیدے اور رحم کرتا ہے تو کیا بادشاہ رحم نہیں کر سکتا؟

۳۹۔ گناہوں کی معافی کے ذرائع ۲۔ تواریخ ۷/۱۲-۱۴ اپنے تئیں عاجز کرنا۔ دُعا مانگنا۔ خدا کا مونہہ ڈھونڈنا۔ بُرے راہوں سے پھرنا۔ اگر یہ ذرائع انسان اختیار کرے تو بغیر کفارہ گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۴۰ - متی ۱۲/۳۱ - روح کے خلاف کا کفر معاف نہ ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یسوع کے نزدیک گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغائر اور کبائر۔ کبائر بغیر سزا کے معاف نہیں ہو سکتے۔ پس کفارہ باطل۔ کیونکہ کفارہ سب گناہوں کو یکساں معاف کرتا ہے۔

۴۱۔ متی ۷/۱۴ - نجات کی راہ مشکل اور تنگ بتایا ہے۔ جو بہت محنت اور جانفشانی کا کام ہے حالانکہ کفارے کی راہ تو تنگ نہیں جو مرضی آئے کرے پس کفارہ نجات کے لئے نہیں۔

۴۲ - خدا قربانی پسند نہیں کرتا بلکہ رحم پسند کرتا ہے۔ (متی ۱۲/۷) لہذا کفارہ باطل ہے۔

۴۳ - کفارہ یہ تعلیم دیتا ہے کہ "اعمال" کی قطعاً ضرورت نہیں۔ مجرّد "ایمان" ہی کافی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کفارہ کے بانی (پولوس) نے شریعت کو "لعنت" قرار دیا ہے۔ جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے :-

(ا) "مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا۔ اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلیتوں ۳/۱۳)

ب :- اب ہم جانتے ہیں کہ شریعت جو کہتی ہے۔ اُن سے کہتی ہے جو شریعت کے ماتحت ہیں۔ تاکہ ہر ایک کا مُنہ بند ہو جائے اور ساری دنیا خدا کے نزدیک سزا کے لائق ٹھہرے۔۔۔۔ مگر اب شریعت کے بغیر خدا کی ایک راستبازی ظاہر ہوئی۔ جس کی گواہی شریعت اور نبیوں سے ہوتی ہے۔ یعنی خدا کی وہ راستبازی جو یسوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان لانے والوں کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے کہ سب نے گناہ کیا اور خدا کے جلال سے محروم ہیں۔ مگر اس کے فضل کے سبب اس مخلصی کے وسیلے سے جو یسوع مسیح میں ہے مفت راستباز ٹھہرائے جاتے ہیں۔ اُسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہو۔۔۔ کونسی شریعت کے سبب سے ؟ کیا اعمال کی شریعت سے ؟ نہیں بلکہ ایمان کی شریعت سے ۔ چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راستباز ٹھہرتا ہے"
(رومیوں ۳/۱۹-۲۹)

ج - جھُوٹ جائز :- یہی وجہ ہے کہ پولوس کہتا ہے :- " اگر میرے جھُوٹ کے سبب سے خدا کی سچائی - اس کے جلال کے لئے ظاہر ہوئی۔ تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم لگایا جاتا ہے" (رومیوں ۳/۷)
گویا اگر جھُوٹ بول کر عیسائیت کی تبلیغ کی جائے تو کوئی حرج نہیں ۔

د - کفارہ کی آزادانہ تعلیم ہی کا نتیجہ تھا کہ یسوع کے معاً بعد ہی عیسائیوں میں خطرناک طور پر بدکاری شروع ہو گئی تھی ۔ چنانچہ پولوس رسول عیسائیوں کو مخاطب کرکے لکھتا ہے :-

" یہاں تک سُننے میں آیا ہے کہ تم میں حرامکاری ہوتی ہے بلکہ ایسی حرامکاری جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ تم میں سے ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے اور تم افسوس تو کرتے نہیں تاکہ جس نے یہ کام کیا۔ تم میں سے نکالا جائے بلکہ شیخیاں مارتے ہو۔" (ا۔ کرنتھیوں ۵/۱-۲)

پس عیسائیوں کا یہ دعویٰ کہ کفارہ گناہ کو جڑ سے کاٹتا ہے باطل ہے ۔

عیسائی :- قرآن میں بھی کفارہ ہے جیسا کہ لکھا ہے : فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ (المائدۃ : ۹۰)

احمدی :- قرآن مجید میں لفظ کفارہ سزا کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قسم توڑے اس کو سزا یہ ہے کہ وہ دس مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ یا ان کو کپڑے پہنائے۔ یا ایک غلام آزاد کرے۔ مگر کفارہ کی سزا تو بے گناہ مسیح کو دی جاتی ہے۔ اور گناہ کرنے والا آرام اور مزے سے پھرتا ہے۔

نوٹ :- بعض عیسائی "حج بدل" کو بھی پیش کر دیا کرتے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہیئے کہ حج بدل میں روپیہ اسی شخص کا ہوتا ہے جسکو حج بدل کا ثواب ملتا ہے۔ لیکن یسوعی کفارہ میں خون تو مسیح کا بہایا گیا اور گناہ عیسائیوں کے معاف ہوئے۔ پس فرق ظاہر ہے۔ (خادم)

ابطالِ تثلیث

۱۔ تثلیث کا عقیدہ مسیح سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیا اور نہ خود مسیح نے مشرح ذکر کیا۔ اگر مسیح کو معلوم تھا کہ یہود نے انہیں سُولی دے دینا ہے۔ تو انہوں نے اپنا عقیدہ کیوں نہ ظاہر کیا؟

۲۔ تین ایک اور ایک تین۔ یہ آپس میں ضدین ہیں۔ اگر مان لیا جاوے کہ ایک تین ہیں اور تین ایک ہے تو تقسیم الشئ الی نفسہٖ لازم آتی ہے۔ اور وہ محال ہے۔ کیونکہ ایک کی تقسیم الیٰ اجزاء ہ تو ہو سکتی ہے۔ مگر الیٰ نفسہٖ نہیں ہو سکتی۔

۳۔ تین اقانیم۔ اگر تینوں کامل ہیں تو ایک ہی کافی ہے تین کی ضرورت نہیں۔ اگر ناقص ہیں تو مجموعہ بھی ناقص ہوگا۔

۴۔ یوحنا ۱۷/۳ "حقیقی اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح جسے تُو نے بھیجا ہے جانیں۔"

۵۔ مرقس ۱۲/۳۰ "خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔"

۶۔ متی ۲۲/۳۴-۴۰ "خداوند ایک خدا سے محبت رکھ۔"

۷۔ استثنا ۴/۳۵۔ خداوند وہی خداوند ہے۔ اُس کے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔"

۸۔ استثنا ۴/۳۹۔ "خداوند وہی خدا ہے کہ جو اوپر آسمان کے ہے۔"

۹۔ استثنا ۶/۴ "خداوند وہی خدا ہے۔ خدا ایک ہے۔"

۱۰۔ یسعیاہ ۴۵/۵ و ۴۶/۵۔ "میں ہی خداوند ہوں۔ اور میرے سوا کوئی اور معبود نہیں۔ اور نہ ہی میرے مشابہ ہے۔"

۱۱۔ مرقس ۱۳/۳۲۔ علم میں مساوی نہیں۔

۱۲۔ متی ۲۰/۲۳-۲۹۔ قدرت میں مساوی نہیں۔

۱۳۔ تثلیث سے اللہ تعالیٰ کے لئے ترکیب ماننی پڑتی ہے۔ اور مرکب غیر کا محتاج ہوتا ہے۔ اس سے اس کا ممکن ہونا ثابت ہے جو اس کی عدم الوہیت کو ثابت کرتا ہے۔

۱۴۔ اقانیم ثلاثہ میں جو امتیاز ہے وہ یا صفتِ کمال ہوگی یا نہ ہوگی اگر صفتِ کمال ہے تو باقی دو اقنوم ناقص ہوئے۔ ورنہ وہ ناقص ہوا۔

۱۵ - انسانیت محدود ہے۔ الوہیت بھی اس کے ساتھ مل کر محدود ہو جائیگی۔

۱۶- اگر الوہیتِ مسیح یا تثلیث درست ہو تو ہر ایک خدا کو مرکب فی الجزئین یعنی مابہ الاشتراک اور مابہ الامتیاز ماننا پڑے گا۔ اور مرکب خدا نہیں ہو سکتا۔

۱۷- اگر مسیح واقعی خدا اور ابن اور اقنوم ثالث تھے اور ان کے حق میں بائبل میں پیشگوئیاں ہیں۔ تو بتاؤ یہود نے ان پیشگوئیوں کی کہاں تصدیق کی ہے؟ کیونکہ وہ انبیاء کے حقیقی وارث ہیں۔ اگر کہو۔ وہ تعصب سے پیشگوئیوں کو نہیں مانتے تو یہ فضول سی بات ہے۔ کیونکہ وہ متعصب تب ہوتے جب مسیح آچکے۔ جب آئے بھی نہ تھے اس وقت تو وہ مانتے ہونگے۔ اُس وقت کی تصدیق بتاؤ۔ کہ وہ مسیح ابن خدا کی آمد کے منتظر ہیں۔

تحریفِ بائبل

قرآن مجید اہلِ کتاب کے متعلق فرماتا ہے :-

۱۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ (المائدة : ۱۴)

یعنی اہل کتاب کے متعلق تین باتیں یاد رکھو :-

(۱) تحریف کرتے ہیں۔ (۲) دو قسم کی تحریف لفظی و معنوی (۳) تو ہمیشہ ان کی خیانت پر اطلاع پاتا رہیگا۔ سو یہ لوگ واقعی ان تینوں صفات سے متصف ہیں۔ خود بائبل میں لکھا ہے :-

"اِن لوگوں نے شریعتوں کو عدول کیا۔ قانونوں کو بدلا۔" (یسعیاہ $\frac{۲۴}{۵}$ و یرمیاہ $\frac{۸}{۸}$)

انجیل میں امکان تحریف۔ (مکاشفہ $\frac{۲۲}{۱۹،۱۸}$)

اب دیکھئے تحریف مشتے از خروارے۔ اولاً وہ حوالجات پیش کرتا ہوں جو پُرانی اناجیل ۱۸۹۶ء سے پہلے والی میں ہیں۔ مگر بعد کی مطبوعہ میں نہیں ہیں۔

۱- متی $\frac{۱۷}{۲۱}$ "پر یہ جنس بغیر دُعا اور روزہ کے نہیں نکلتی"

۲- متی $\frac{۱۸}{۱۱}$ "کیونکہ انسان کا بچہ کھوئے ہوؤں کو بچانے کے لئے آیا ہے"

۳- مرقس $\frac{۷}{۱۶}$ - "اگر کسی کے کان سُننے کے ہوں سُن لے"

۴- مرقس $\frac{۹}{۴۴}$ - "جہاں اُن کا کیڑا نہیں جاتا اور آگ نہیں بجھتی"

۵- مرقس $\frac{۱۱}{۲۶}$ - "پر اگر تم معاف نہ کرو تو تمہارا باپ بھی جو آسمان پر ہے تمہارا قصور معاف نہ کریگا"

۶- مرقس $\frac{۱۵}{۲۸}$ - "تب پورا ہوا وہ نوشتہ جو کہتا ہے کہ وہ بدکاروں میں گِنا گیا"

۷- لوقا $\frac{۱۷}{۳۶}$ - "دو کھیت میں ہونگے۔ ایک لیا جائیگا۔ دوسرا چھوڑا جائیگا"

۸- لوقا $\frac{۲۳}{۱۷}$ - "اور اُسے لازم تھا کہ ہر عید میں کسی کو اُن کے واسطے چھوڑ دے"

۹- یوحنا $\frac{۹}{۴}$ "چونکہ ایک فرشتہ اس حوض میں اُتر کر پانی کو ہلاتا تھا۔ سو پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے

اس میں اُترتا تھا۔ کیسی ہی بیماری میں گرفتار کیوں نہ ہو۔ چنگا ہو جاتا تھا۔"

۱۰۔ اعمال ۱۵/۴۴ ۔ "پر سیلاس کو وہاں رہنا پسند آیا۔"

۱۱۔ متی ۱۹/۱۷ ۔ پُرانی انجیل کے الفاظ :۔ "اُس نے اُسے کہا۔ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا۔"

نئی انجیل کے الفاظ :۔ "تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے۔"

۱۲۔ یوحنا کا پہلا خط ۵/۷ ۔ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں۔ باپ۔ کلام۔ رُوح القدس۔ اور یہ تینوں ایک ہیں۔

۱۳۔ یوحنا انجیل ۷/۵۳ ۔ "اور ہر ایک اپنے گھر کو گیا۔"

۱۴۔ یوحنا ۸/۱-۱۱ ، ۷/۵۳ تا ۸/۱-۱۱ قلمی نسخوں میں نہیں پائی جاتیں۔

۱۵۔ استثنا ۳۴/۵-۱۲ ۔ (یہ موسیٰ کی پانچویں کتاب ہے) اس میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ مر گئے۔ اگر یہ الہامی ہیں تو کس پر اُتریں۔ حضرت موسیٰ تو زندہ نہ تھے۔ یہ الحاق ہے۔

۱۶۔ (تازہ تحریف)

۱۹۳۱ء سے پہلے کی چھپی ہوئی تمام بائیبلوں میں استثنا ۳۳/۲ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی بایں الفاظ تھی کہ :۔

"خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ وہ فاران کی چوٹیوں سے ان پر جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔" اس آیت میں پیشگوئی تھی جو فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلعم کے ذریعہ پوری ہوئی۔ اس دن آپ کے ساتھ دس ہزار صحابہؓ تھے۔ مگر نئی بائیبل میں جو ۱۹۳۱ء میں چھپی ہے "دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" کی بجائے "لاکھوں قدوسیوں میں سے آیا" کر دیا ہے۔ ع کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ۔

۱۷۔ انجیل مطبوعہ ۱۸۹۶ء۔ متی ۲۴/۷ یوں تھی :۔ "جگہ جگہ کال پڑینگے مَری پڑیگی اور بھونچال آئینگے" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کشتی نوح میں "مری پڑے گی" کا حوالہ متی کے نام سے دیا ہے۔ عیسائیوں نے ۱۹۰۸ء کی شائع کردہ انجیل سے "مری پڑیگی" نکال دیا ہے۔ مگر لطف یہ ہے کہ انجیل لوقا ۲۱/۱۱ اُردو میں اب تک موجود ہے ..... "جا بجا کال اور مری پڑیگی"۔ مگر چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حوالہ لوقا کا نہیں دیا اس لئے لوقا میں تحریف نہیں کی گئی اس سے بھی زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ انگریزی انجیل میں متی ۲۴/۷ میں اب بھی مَری پڑنے کا ذکر موجود ہے :۔

"There shall be famines and pestelences and earth quakes."

(بائیبل مطبوعہ لنڈن ۱۹۱۶ء)

۱۸۔ یشوع اور ایوب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ یشوع مر گیا (یشوع ۲۴/۲۹) ایوب مر گیا (ایوب ۴۲/۱۶)

اس قسم کی سینکڑوں ہزاروں تحریفیں اور اضافے بائیبل میں موجود ہیں۔ پس یہ کتاب کس طرح الہامی کہلا سکتی ہے؟

(امریکن بائیبل کے نئے ایڈیشن میں سے مرقس کی آخری آیات کو جن میں مسیح کے آسمان پر اُٹھائے جانے کا ذکر ہے نکال دیا گیا ہے)۔

اختلافاتِ بائبل

لَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۔ (النساء : ۸۳)

نوٹ :۔ تناقضات و اختلافاتِ بائبل کا مضمون دراصل تحریفِ بائبل کے مضمون کا ضروری جزو ہے۔ کیونکہ الہامی کلام میں تناقضات کا وجود اس بات کو قطعی طور پر ثابت کر دیتا ہے کہ ان دو مختلف اور متناقض بیانات میں سے ایک ضرور ہی انسانی تحریف یا بعد کا الحاق ہے۔ دونوں کلام خدا کے نہیں ہو سکتے۔ پس پادری صاحبان کے لیے دُو راستوں میں سے ایک راستہ کُھلا ہے۔ یا تو ہمارے پیش کردہ حوالوں میں تطابق ثابت کریں۔ یا اس بات کا اقرار کریں کہ موجودہ بائبل محرّف و متبدل ہے۔

۱- ۱۔سلاطین ۱۵/۳۲ میں لکھا ہے کہ آسا اور شاہ اسرائیل بعشا کے درمیان اُن کی تمام عمر لڑائی رہی۔ اور ۲۔تواریخ ۱۵/۱۹ میں لکھا ہے کہ آسا کی سلطنت کے پینتیسویں برس پھر لڑائی نہ رہی۔

۲- ۱۔سموئیل ۲۱/۱-۵ میں لکھا ہے کہ داؤد اکیلا اخیملک کاہن کے پاس آیا۔ مگر مرقس ۲/۲۵-۲۶ میں لکھا ہے کہ داؤد اپنے ساتھیوں سمیت ابیاتار کاہن کے گھر گیا۔

۳- پیدائش ۴۶/۲۲-۲۷ میں لکھا ہے کہ یعقوب اپنی صُلب سے پیدا شدہ اولاد اور اولاد کی بیویوں سمیت کل چھیاسٹھ مردوں کے ساتھ آیا۔ مگر خروج ۱/۵ میں لکھا ہے کہ صرف یعقوب اپنے صلبی بیٹوں کے ساتھ جن کی تعداد ۷۰ تھی آیا۔

۴- پیدائش ۲۲/۱۴ میں لکھا ہے کہ ابراہیم نے خدا کو دیکھا اور اُس جگہ کا نام یہوواہ یری رکھا۔ مگر خروج ۶/۲-۳ میں لکھا ہے۔ خدا موسیٰ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ مَیں نے ابراہیم و اسحاق و یعقوب پر اپنا یہوواہ نام ظاہر نہیں کیا۔

۵- یرمیاہ ۳۴/۴-۵ میں لکھا ہے کہ اے صدقیا! تو تلوار سے نہیں مریگا۔ بلکہ آرام سے۔ اور تجھ پر خوشبوئیاں سُلگائی جائینگی۔ مگر یرمیاہ ۵۲/۱۰-۱۱ میں لکھا ہے کہ صدقیا کے سامنے اس کے بیٹوں کو مارا گیا۔ پھر اسکی آنکھیں نکالی گئیں اور پیتل کی زنجیروں سے جکڑا گیا اور مرنے کے دن تک قید خانہ میں رہا۔

۶- ۲۔سلاطین ۲۴/۶ میں لکھا ہے۔ یہویقیم بادشاہ باپ دادوں میں شامل ہو کر سو رہا۔ اور اس کی جگہ اُس کا بیٹا بادشاہ ہوا۔ مگر یرمیاہ ۳۶/۳۰ میں لکھا ہے کہ وہ بمع خاندان کے تباہ کیا جائیگا۔ اس کی نسل سے کوئی تخت نشین نہ ہوگا اور اُس کی لاش پھینکی جائے گی تاکہ گرمی اور سردی میں باہر رہے۔

۷- مرقس ۱۰/۴۶-۴۷ میں لکھا ہے کہ یریحو سے نکلتے وقت راستے میں ایک اندھا نکلا۔ مگر متی ۲۰/۲۹-۳۰ میں لکھا ہے کہ دو اندھے ملے۔

۸- مرقس ۵/۱-۲ کہ یسوع کو ایک بدرُوح والا ملا۔ مگر متی ۸/۲۸ میں دُو کا ذکر ہے۔

۹- مرقس ۱۶/۵ میں مسیح کی قبر میں ایک سفید پوش آدمی۔ مگر لوقا ۲۴/۴ میں دو آدمیوں کا ذکر ہے۔

۱۰- مرقس ۱۵/۳۲ و متی ۲۷/۴۴ دونوں میں ہے کہ مسیح کے ساتھیوں یعنی دونو چوروں نے مسیح کو ملامت کی۔

اور طعنہ کیا۔ مگر لوقا ۳۹-۴۳/۲۳ میں لکھا ہے کہ ایک نے طعنہ دیا اور دوسرے نے اپنے ساتھی کو اس بات سے باز رکھا۔

۱۱- یوحنا ۱۷/۲۰ میرے بھائیوں کو کہدو کہ میں اب خدا اور باپ کے پاس آسمان پر جاتا ہوں لیکن متی ۱۰/۲۸ میں ہے کہ میرے بھائیوں کو کہو کہ گلیل کو جاویں۔ وہاں مجھے دیکھیں گے۔

۱۲- متی ۵،۷/۲۷ کہ مسیح کو پکڑوانے والے یہودا اسکریوطی نے مسیح کی گرفتاری پر جو روپیہ لیا تھا۔ اس کو ہیکل میں واپس آکر پھینک دیا۔ مگر اعمال ۱۸/۱ میں لکھا ہے کہ اس نے اُس روپیہ سے ایک کھیت مول لیا۔

۱۳- متی ۴۰/۱۲ میں ہے کہ مسیح نے یونس جیسا معجزہ دکھانے کا اظہار کیا۔ مگر متی ۱-۷/۲۸ اور یوحنا ۱/۲۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اپنی قبر میں صرف ایک ہی دن رہا اور پھر غائب ہوگیا۔

۱۴- متی ۳۴/۲۶ و یوحنا ۳۸/۱۳ ان دونوں حوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو مُرغ کی بانگ سے قبل ہی مسیح کا انکار کرنا پڑیگا۔ مگر مرقس ۶۸-۷۲/۱۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ مُرغ کے دو بار بانگ دینے کی شرط ہے نہ کہ مطلق بانگ سے قبل کی۔ اور ایسا ہی ہوا۔

۱۵- لوقا ۷ و ۱۹/۲۲ میں مسیح نے اپنے حواریوں کے ساتھ بیٹھ کر عید الفطر کے دن جس میں فسح کرنا ضروری تھا بیٹھ کر کھانا کھایا اور یوحنا ۱۴/۱۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح بے چارا تو عدالت میں رہا۔

۱۶- یوحنا ۲۸/۱۴ میں مسیح اپنے آپ کو باپ سے چھوٹا کہتا ہے مگر فلپیوں ۶/۲ میں خدا کے برابر ہونے میں غنیمت نہ جانا۔

۱۷- یوحنا ۳۱/۵ میں مسیح نے اپنے متعلق اپنی گواہی کو سچا قرار نہیں دیا اور یوحنا ۱۴/۸ میں اپنی گواہی کو سچا قرار دیا۔

۱۸- متی ۳۹/۵ میں لکھا ہے کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا۔ بلکہ اگر کوئی طمانچہ مارے تو دوسری گال آگے کردو۔ مگر لوقا ۳۶/۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے اپنے حواریوں کو بٹوے اور جھولی اور کپڑے بیچ کر تلوار خریدنے کا اپنی حفاظت کے لئے حکم دیا۔

۱۹- متی ۵/۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر نحوم میں داخل ہوتے ہی ایک صوبیدار نے اپنے لڑکے کے علاج کے لئے بڑی منت سماجت کی اور لوقا ۳/۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوبیدار پاس آیا ہی نہیں یہودیوں نے سفارش کی تھی۔

۲۰- اعمال ۷/۹ سے معلوم ہوتا ہے کہ سولس (جو پولوس ہی ہے) پر نُور آیا اور ساتھیوں نے آواز سنی مگر کسی نے نہ دیکھا۔ مگر اعمال ۹/۲۲ سے معلوم ہوتا ہے کہ ساتھیوں نے نُور دیکھا۔ مگر آواز نہ سُنی۔

۲۱- ۱۔ سموئیل ۴،۵/۳۱ میں ہے کہ ساؤل نے خودکشی کی مگر ۲۔ سموئیل ۵ تا ۱۰/۱ میں ہے کہ ایک عمالیقی نے ساؤل کو مارا۔

۲۲- لوقا ۲۶/۲۳ کہ شمعون نام کرینی یسوع کے پیچھے پیچھے صلیب لیے پھرتا رہا اور یوحنا ۱۷/۱۹ میں ہے یسوع آپ اپنی صلیب اُٹھا کر کھوپڑی مقام تک لے گیا۔

۲۳- پیدائش ۱۳/۵۰ میں ہے کہ یعقوب کا مدفن مکفیلہ کے کھیت کے کنارے میں جس میں ابراہام نے گورستان کی ملکیت کے لئے عفرون حِتّی سے ممرے کے مقابل مول لیا تھا گاڑا اور اعمال ۱۶/۷ میں ہے۔ اس مقبرے میں جس کو ابراہام نے حمور سے لیا تھا گاڑا۔

۲۴- گنتی ۳۳/۲۸، ۳۸ میں ہے کہ ہارون کی وفات کوہ ہور اروم میں ہوئی۔ مگر استثنا ۶/۱۰ میں لکھا ہے کہ موسیرہ میں ہوئی۔

۲۵- رومیوں ۲/۱۳ میں لکھا ہے کہ شریعت پر چلنے والا راستباز اور رومیوں ۳/۱۰ میں لکھا ہے راستباز نہیں۔

۲۶- پیدائش ۱/۲۵-۲۷ میں لکھا ہے کہ انسان کو حیوانات کے بعد پیدا کیا مگر پیدائش ۲/۱۸-۲۰ میں لکھا ہے کہ انسان حیوانات سے پہلے پیدا ہوا۔

۲۷- پاک جانور سات سات نر و مادہ اور ناپاک دو دو نر اور انکی مادہ کشتی نوح میں چڑھاتے۔ پیدائش ۷/۲ اور پیدائش ۶/۱۹ ، ۷/۸ ، ۷/۱۴ میں لکھا ہے پاک جانور بھی دو دو کشتی میں رکھے۔

۲۸- ۱- سلاطین ۷/۱۵ ہر ایک ستون ۱۸ ہاتھ اونچا اور ہر ایک گھیر سوت کا بارہ ہاتھ۔ مگر ۲- تواریخ ۳/۱۵ میں ۲ ستون ۳۵ ہاتھ لمبے۔

۲۹- خروج ۲۴/۹-۱۰ تب موسیٰ اور ہارون اوپر گئے اور بنی اسرائیل کے خدا کو دیکھا۔ مگر خروج ۳۳/۲۰-۲۳ میں ہے۔ اور بولا۔ تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اِس لیے کوئی انسان نہیں کہ مجھے دیکھے اور جیتا رہے۔ یعنی کوئی خدا کو نہیں دیکھ سکتا۔

۳۰- خروج ۳۱/۱۷ کہ چھ دن میں خداوند نے زمین و آسمان کو پیدا کیا۔ اور ساتویں دن آرام کیا اور تازہ دم ہوا۔ پھر یسعیاہ ۴۳/۲۴ اور اپنی خطاوں سے مجھے تھکایا۔ مگر ۴۰/۲۸ میں ہے۔ خداوند ابدی خدا ہے۔ زمین کے کناروں کو پیدا کرنے والا۔ وہ تھک نہیں جاتا اور ماندہ نہیں ہوتا۔

۳۱- یسعیاہ ۴۵/۲۳ ہر ایک زبان میری قسم کھائیگی۔ مگر متی ۵/۳۴-۳۵ پھر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ہرگز میری قسم نہ کھانا۔

۳۲- پیدائش ۱۷/۱ میں خدائے قادر ہوں۔ متی ۱۹/۲۶ پر خدا سے سب کچھ ہو سکتا ہے مگر قاضیوں ۱/۱۹ میں ہے۔ خدا نے کوہستانیوں کو خارج کیا۔ پر نشیب کے رہنے والوں کو خارج نہ کر سکا۔ کیونکہ انکے پاس لوہے کی لاٹھیں تھیں۔

۳۳- گنتی ۲۳/۱۹ خدا انسان نہیں جو جھوٹ بولے نہ آدم زاد ہے۔ کہ پشیمان ہو۔ نیز ۱۔ سموئیل ۱۵/۲۹ مگر پیدائش ۶/۶ میں ہے۔ تب خداوند زمین پر انسان کے پیدا کرنے سے پچھتایا اور نہایت دلگیر ہوا۔

۳۴- یوحنا ۳/۳۵ باپ بیٹے کو پیار کرتا ہے اور سب چیزیں اُس کے ہاتھ میں دی ہیں۔ مگر مرقس ۶/۵ میں ہے اور وہ کوئی معجزہ وہاں نہ دکھا سکا۔

۳۵- ۲- سموئیل ۲۴/۱ و ۲ بعد اس کے خداوند کا غصہ اسرائیل پر بھڑکا۔ کہ اس نے داؤد کے دل میں ڈالا۔ کہ ان کا مخالف ہو۔ مگر ۱- تواریخ ۲۱/۱ میں ہے کہ شیطان نے داؤد کو بھڑکایا۔

۳۶- امثال ۳۰/۵۔ خدا کا ہر ایک سخن پاک ہے مگر ہوسیع ۱/۲۔ خدا نے ہوسیع کو فرمایا کہ جا اور ایک زناکار عورت اور زنا کے لڑکے اپنے واسطے لے۔

۳۷- ۲۰/۴ خروج۔ تو اپنے لئے مورت یا کسی چیز کی صورت جو اوپر آسمان پر یا پانی میں یا زمین کے نیچے

ے۔ بت بنا۔ مگر خروج ۲۵/۲۰۔ تصویریں بنائی گئیں۔

۳۸۔ ۱۔ تیمتھیس ۶/۱۶۔ خدا نُور میں رہتا ہے اور اُسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ مگر ۱۔ سلاطین ۸/۱۲۔ تب سلیمان نے کہا کہ خداوند نے فرمایا تھا کہ مَیں گھٹا کی تاریکی میں رہونگا۔

۳۹۔ ۲۔ تواریخ ۳۶/۹۔ یہویکین آٹھ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ مگر ۲۔ سلاطین ۲۴/۸ میں ہے کہ یہویکین جب تخت پر بیٹھا اس وقت وہ اٹھارہ برس کا تھا۔

۴۰۔ ۲۔ سلاطین ۲۴/۸ یہویکین نے تین مہینے بادشاہت کی۔ مگر ۲۔ تواریخ ۳۶/۹ میں تین ماہ دس روز سلطنت کی۔

۴۱۔ ۲۔ سلاطین ۲۵/۱۹۔ پانچ آدمی جو بادشاہ کا منہ دیکھتے تھے پکڑے۔ مگر یرمیاہ ۵۲/۲۵ میں ہے۔ بادشاہ کے مصاحبوں میں سے سات شخصوں کو پکڑا گیا۔

۴۲۔ زبور ۹۲/۱۲۔ صادق کھجور کے درخت کی مانند لہلہائے گا۔ مگر یسعیاہ ۵۷/۱ میں ہے کہ راستباز ہلاک ہوتا ہے۔

۴۳۔ امثال ۱۲/۲۱۔ صادق پر کوئی بڑا حادثہ نہ پڑیگا مگر عبرانیوں ۱۲/۶ خداوند جسے پیار کرتا ہے اسے تنبیہہ کرتا ہے اور جس کو بیٹا بنالیتا ہے اس کو کوڑے بھی لگاتا ہے۔

۴۴۔ ۵۵ زبور آیت ۲۳۔ خونی اور دغا باز لوگ اپنی آدھی عمر کو نہ پہنچیں گے مگر ایوب ۲۱/۷، ۹ میں شریروں کی عمر زیادہ بتلائی ہے۔

۴۵۔ زبور ۷۳/۱۲۔ دیکھو یہ شریر جو سدا اقبال مند رہتے ہیں۔ وہ اپنی دولت بڑھاتے جاتے ہیں۔ مگر ایوب ۱۸/۵، ۹ میں ہے۔ ہاں شریر کا چراغ ضرور بجھایا جائیگا۔

۴۶۔ امثال ۲۰/۱ مے یعنی شراب مسخرا بناتی اور مست بنانے والی ہے۔ نیز امثال ۲۳/۳۱-۳۲ مگر استثنا ۱۴/۲۶ میں ہے جس چیز کو تیرا جی چاہے مول لے مے ہو یا مسکر یا اور کوئی چیز۔

۴۷۔ ۲۔ سموئیل ۶/۲۳۔ ساؤل کی بیٹی میکل مرتے دم تک بے اولاد رہی۔ مگر ۲۔ سموئیل ۲۱/۸ میں ہے۔ میکل بنت ساؤل کے پانچ لڑکے۔

۴۸۔ یوحنا ۸/۱۴ یسوع نے کہا اگر مَیں اپنی گواہی دیتا ہوں تو بھی میری گواہی سچ ہے۔ مگر یوحنا ۵/۳۱۔ اگر مَیں اپنی گواہی آپ دوں تو میری گواہی حق نہیں۔

۴۹۔ یسوع ملعون (گلیتوں ۳/۱۳) ملعون نہیں۔ ۱۔ کرنتھیوں ۱۲ باب آیت ۳)۔

۵۰۔ متی ۲/۲۳ تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو کہ وہ ناصری کہلائیگا مگر عہد قدیم کے کسی صحیفہ میں یہ پیشگوئی نہیں ملتی۔ یا تو یہ ماننا پڑیگا کہ پہلے صحیفوں میں یہ پیشگوئی موجود تھی مگر بعد میں نکالدی گئی یا یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ متی میں غلط بیانی کی گئی ہے۔ دونوں صورتوں میں سے کوئی بھی صورت ہو بائیبل کا پایۂ اعتبار سے گرنا ثابت ہے۔

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن مصلحت بین و کار آساں کن

۵۱۔ اور اس وقت جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہوا کہ انھوں نے اس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لئے (متی ۲۷/۹) حالانکہ یہ یرمیاہ کی معرفت نہیں کہا گیا تھا بلکہ زکریا نبی کی معرفت کہا گیا تھا (دیکھو زکریا ۱۱/۱۲-۱۳)

۵۲ - یہوداہ اسکریوطی نے جاکر اپنے آپ کو پھانسی دی (متی ۲۷/۵) لیکن اعمال ۱/۱۸ "وہ سر کے بل گرا۔ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور ساری انتڑیاں نکل پڑیں۔"

۵۳ - ایک سردار (یائر نامی) نے آکر کہا کہ میری بیٹی مر چکی ہے (متی ۹/۱۸) لیکن لوقا ۸/۴۲ و مرقس ۵/۲۳ میں ہے کہ میری بیٹی مرنے کو ہے تو چل تاکہ وہ نہ مرے۔"

خلاف عقل و مشاہدات امور

۱- خدا پچھتاتا۔ پیدائش ۶/۶ علیم کل پھر پچھتایا خلاف عقل ہے۔
۲- خرگوش جگالی کرتا ہے (احبار ۱۱/۶) خلاف مشاہدہ ہے۔
۳- یربوع جنگلی چوہا جگالی کرتا ہے۔ استثنا ۱۴/۷
۴- باپ سے بیٹا دو سال بڑا۔ یہورام بادشاہ کا باپ چالیس سال کی عمر میں مرا۔ ۲-تواریخ ۲۱/۵۔ تو اس کا بیٹا ۴۲ سال کی عمر میں تخت پر بیٹھا۔ ۲-تواریخ ۲۲/۱،۲۔

عیسائیت میں عورت کی حیثیت

اسلام:- (۱) عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ[1] (۲) هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[2] (۳) خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ[3] (۴) خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا[4] (۵) اَلْجَنَّةُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّهَاتِكُمْ[5] (۶) وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ وَلِزَوْجِكَ عَلَيْكَ حَقٌّ[6]

مگر انجیل:- (۱) عورتیں کلیسا کی مجلس میں نہ بولیں۔ (۱-کرنتھیوں ۱۴/۳۴)
۲- عورتیں سر نہ گوندھیں۔ سنگار نہ کریں۔ اچھے اور قیمتی کپڑے نہ پہنیں۔ (۱-پطرس ۳/۳ و ۱-تیمتھیس ۲/۹-۱۰)
۳- عورتیں لمبے بال رکھیں۔ بال نہ کٹوائیں۔ (۱-کرنتھیوں ۱۱/۵-۱۴-۱۶)
۴- مرد عورت کے لیے نہیں بلکہ عورت مرد کے لیے پیدا ہوئی۔ (۱-کرنتھیوں ۱۱/۹)
۵- عورت اپنے خاوند ہی سے پڑھے۔ (۱-کرنتھیوں ۱۴/۳۵)
۶- عورت معلم نہ بنے۔ (۱-تیمتھیس ۲/۱۱-۱۲)
۷- مرد کے لئے اچھا ہے کہ وہ عورت کو نہ چھوئے۔ (۱-کرنتھیوں ۷/۱ و ۷/۸)
۸- شادی کرنے سے شادی نہ کرنا بہتر ہے۔ (۱-کرنتھیوں ۷/۸، ۲۸، ۲۹، ۳۲ تا ۴۰)

---

[1] النسآء: ۲۰ ؛ [2] البقرۃ: ۱۸۸ ؛ [3] حدیث۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ باب النکاح ؛ [4] النسآء: ۲
[5] حدیث ؛ [6] حدیث

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

از روئے بائبل

پہلی دلیل :- ا۔ "وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا مَیں نے اُسے حکم نہیں دیا یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے۔" (استثنا ۱۸/۲۰)

ب ۔ "خداوند یوں کہتا ہے کہ اُن نبیوں کی بابت جو میرا نام لیکر نبوت کرتے ہیں جنہیں مَیں نے نہیں بھیجا .... یہ نبی تلوار اور کال سے ہلاک کئے جائیں گے۔" (یرمیاہ ۱۴/۱۴تا۱۶)

ج ۔ "اور وہ جھوٹا نبی یا خواب دیکھنے والا قتل کیا جائیگا۔" (استثنا ۱۳/۵)

د ۔ "اور میرا ہاتھ اُن نبیوں پر جو دھوکہ دیتے ہیں اور جھوٹی غیب دانی کرتے ہیں چلیگا...۔ مَیں اپنے غضب کے طوفان سے اُسے توڑونگا اور میرے قہر سے جھاجھم مینہہ برسے گا۔ اور میرے خشم کے پتھر پڑیں گے۔ تاکہ اُسے نابود کریں۔" (حزقی ایل باب ۱۳ آیت ۹ تا ۱۳)

ھ ۔ چنانچہ انجیل اعمال ۵/۳۶،۳۷ میں دو جھوٹے نبیوں کا ذکر بھی ہے جو مارے گئے اور اُن کے متبعین تتر بتر ہوگئے۔ پہلے کا نام تھیوداس اور دوسرے کا نام یہودہ گلیلی تھا۔

دوسری دلیل :- یسوع کہتا ہے۔ "تم میں کون مجھ پر گناہ ثابت کرسکتا ہے۔" (یوحنا ۸/۴۶، نیز یوحنا ۱۴/۹)
"مَیں اتنی مدت سے تمہارے ساتھ ہوں۔"

حضرت مرزا صاحب :- "کون تم میں ہے جو میری سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کرسکتا ہے۔"
(تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۶۲)

تیسری دلیل :- قبولیتِ دُعا۔ "جو دُعا ایمان کے ساتھ ہوگی اس کے باعث بیمار بچ جائیگا۔ اور خداوند اُسے اُٹھا کھڑا کریگا۔ اور اگر اس نے گناہ کئے ہوں تو ان کی بھی معافی ہو جائیگی۔ پس تم آپس میں ایک دوسرے سے اپنے اپنے گناہوں کا اقرار کرو۔ اور ایک دوسرے کے لئے دُعا مانگو۔ تاکہ شفا پاؤ۔ راستباز کی دُعا کے اثر سے بہت کچھ ہوسکتا ہے۔" (یعقوب ۵/۱۵-۱۶ و یوحنا ۹/۳۱)

"مَیں کثرتِ قبولیتِ دُعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کرسکے۔ مَیں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میری دُعائیں تیس ہزار کے قریب قبول ہو چکی ہیں۔ اور ان کا میرے پاس ثبوت ہے۔" (ضرورت الامام صفحہ ۲۲)

مثالیں :- عبدالکریم۔ عبدالرحیم ابن نواب محمد علی خانؓ صاحب۔ و عبدالحی صاحبزادہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ۔[1]

---

[1] تفصیل نشانات دیکھو مضمون صداقت مسیح موعود علیہ السلام مشمولہ ہذا۔ خادمؔ

چوتھی دلیل :- "اے اسرائیلیو! یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خدا نے اس کی معرفت تم کو دکھاتے"

(اعمال ۲/۲۲ و یوحنا ۳/۲ و ۹/۱۶)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام :- (۱) "اور میرے مقابلہ سے خواہ اعجاز کلام میں اور خواہ آسمانی نشانوں میں تمام لوگوں کا عاجز آجانا اور میری تائید میں خدا تعالیٰ کی لاکھوں پیشگوئیوں کا پوری ہونا یہ تمام نشان اور علامات اور قرآن ایک خدا ترس کے لیے میرے قبول کرنے کے لئے کافی ہیں" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۳۸)

(۲) "اور جن نشانوں نے اِس حکم پر گواہی دینی تھی - وہ نشان ظہور میں آچکے ہیں اور اب بھی سلسلہ نشانوں کا شروع ہے - آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے - زمین نشان ظاہر کر رہی ہے اور مبارک وہ جنکی آنکھیں اب بند نہ رہیں" (ضرورت الامام صفحہ ۲۲)

پانچویں دلیل :- شعر کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

(۱) پولوس رسول کہتا ہے :- "کیونکہ یہ تدبیر کا کام اگر آدمیوں کی طرف سے ہوا تو آپ برباد ہو جائیگا - لیکن اگر خدا کی طرف سے ہے تو تم ان لوگوں کو مغلوب نہ کر سکوگے" (اعمال ۵/۳۹) (ب) "جو پودا خدا نے نہیں لگایا - وہ جڑ سے اکھاڑا جائیگا" (متی ۱۵/۱۳ و زبور ۳۴/۱۵تا۲۰ و ۹۲/۱۲ و امثال ۱۲/۲۱ و یسعیاہ ۹/۱۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ؂

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں! ⁂ ایسے کاذب کے لئے کافی تھا وہ پروردگار

کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی ⁂ خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۳۰ طبع اوّل)

چھٹی دلیل :- دانیال نبی کہتا ہے :-

"جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائیگی اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائیگی - ایک ہزار دو سو نوے دن ہونگے مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے ۱۳۳۵ روز تک آتا ہے" (دانیال ۱۲/۱۱،۱۲)

چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۱۲۹۰ھ ہی میں مبعوث ہوتے - "یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹)

ساتویں دلیل :- "مسیح موعود مشرق سے آئے گا اور مغرب کی طرف بجلی کی طرح اس کی تبلیغ پہنچے گی" (متی ۲۴/۲۷) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا نے محض اپنے فضل سے نہ میرے کسی ہنر سے مجھے چُن لیا - میں گمنام تھا - مجھے شہرت دی - اسقدر جلدی شہرت دی کہ جیسا کہ بجلی ایک طرف سے دوسری طرف اپنی چمکار ظاہر کرتی ہے" (حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۳۳)

آٹھویں دلیل :- (۱) "ستارے گرینگے اور چاند اور سُورج تاریک ہو جائینگے" (متی ۲۴/۲۹) یہ چاند اور سُورج گرہن ۱۸۹۴ء بمطابق رمضان ۱۳۱۱ھ میں ظاہر ہوا۔

(۲) "چاند، سُورج اور ستاروں میں نشان ظاہر ہونگے۔" (لوقا ۲۱/۲۵)

نویں دلیل :- لڑائیاں ہونگی۔ بھونچال آئیں گے اور مَری پڑیگی (طاعون) (لوقا ۲۱/۱۱ و زکریا ۱۴/۱۲) چنانچہ بائیبل انگریزی زکریا ۱۴/۱۲ میں تو لفظ پلیگ "PLAGUE" بھی موجود ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء میں یہ طاعون بھی پڑی ؎

تُو نے طاعوں کو بھی بھیجا میری نصرت کیلئے ۔۔۔ تا وہ پورے ہوں نشاں جو ہیں سچائی کا مدار

دسویں دلیل :- "تُو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اُس نے کہا ہے وہ واقع اور پورا نہ ہو تو وہ بات خُدا نے نہیں کہی۔" (استثنا ۱۸/۲۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہزاروں پیشگوئیاں پوری ہوئیں تفصیل دیکھو مضمون "حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں" مشمولہ کتاب ہذا۔

گیارہویں دلیل :- یسوع نے جھوٹے اور سچے نبی میں امتیاز یہ بتایا ہے :-

"درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے۔" (متی ۷/۱۶ تا ۲۰ و لوقا ۶/۴۴-۴۵ و متی ۲۰/۲۴ و یوحنا ۱۵/۱۶-۲۶) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کی عملی حالت دیکھو۔

بارھویں دلیل :- "پیادوں نے جواب دیا کہ انسان نے کبھی ایسا کلام نہیں کیا جیسا کہ یہ انسان کرتا ہے۔" (یوحنا ۷/۴۶)

گویا مسیح کا بے مثل کلام مسیح کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل تھی اور یہی دلیل قرآن مجید نے اپنی صداقت کی پیش کی ہے :- لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ (بنی اسرآئیل : ۸۹) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

۱۔ "مَیں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل پر بلاغت فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں کہ جو اس کا مقابلہ کر سکے۔" (ضرورت الامام صفحہ ۲۵ طبع اوّل)

۲۔ "اعجاز احمدی" لکھکر دس ہزاری انعام شائع فرمایا۔ لکھا کہ "خدا تعالیٰ ان کے قلموں کو توڑ دیگا اور ان کے دلوں کو غبی کر دیگا۔" (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷ طبع اوّل)

۳۔ "اعجاز المسیح" وغیرہ ؎

خدا کے قول سے قولِ بشر کیونکر برابر ہو ۔۔۔ وہاں قدرت یہاں درماندگی فرقِ نمایاں ہے

تیرھویں دلیل :- نبی ہی غالب آتے ہیں۔

"مَیں نے یہ باتیں تم سے اس لئے کہیں کہ تم مجھ میں اطمینان پاؤ۔ دُنیا میں مصیبت اُٹھاتے ہو، لیکن خاطر جمع رکھو مَیں دُنیا پر غالب آیا ہوں۔" (یوحنا ۱۶/۳۳) نیز ۱۔ یوحنا ۵/۴ - قرآن مجید میں بھی ہے - كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِيْ (المجادلة : ۲۲) حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:- "ٹھٹھا کرو جسقدر چاہو۔ گالیاں دو جسقدر چاہو اور ایذاء اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جسقدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جسقدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خُدا تمہیں دکھلا دیگا کہ اُس کا ہاتھ غالب ہے۔" (اربعین ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴)

چودھویں دلیل :- انبیاء کی جماعتیں تدریجاً ترقی کرتی ہیں۔ "دیکھو جہان اس کا پیرو ہو چلا۔" (یوحنا ۱۲/۱۹) جماعتِ احمدیہ کی تدریجی ترقی کو دیکھو۔

صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

پر عیسائیوں کے اعتراضات

پہلا اعتراض :۔ مسیح ناصری نے آسمان سے آنا تھا۔ مرزا صاحب مسیح کیسے ہو سکتے ہیں ؟

الجواب ۱ :۔ یہ کہنا کہ مسیح ناصری خود آئیگا غلط ہے۔ خود مسیح نے کہدیا ہے کہ میں اب واپس دُنیا میں نہیں آؤنگا۔ بلکہ جو کوئی آئیگا "میرے نام پر" آئیگا۔ دیکھو یوحنا ۱۶/۱۰ "میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھوگے۔" متی ۲۳/۳۹ میں ہے۔ "اب سے مجھے پھر ہرگز نہ دیکھوگے جب تک نہ کہوگے کہ مبارک وہ جو خداوند کے نام پر آتا ہے۔" (متی ۲۳/۳۹)

جواب ۲ :۔ جس طرح یوحنا ایلیاہ ہو سکتا ہے حضرت مرزا صاحبؑ بھی مسیح ہو سکتے ہیں۔

توریت میں ہے :۔ "ایلیاہ رتھ سمیت آسمان پر چڑھ گیا" (۲۔ سلاطین ۲/۱۱) پھر لکھا ہے :۔ ایلیاہ دوبارہ دُنیا میں آئے گا" (ملاکی ۴/۵)

مگر وہ آسمان سے نازل نہ ہوا۔ یسوع نے یوحنا کو جو پیدا ہوا تھا "ایلیاہ" قرار دیا۔ (متی ۱۱/۱۴) اسی طرح آج تم کہتے ہو کہ مسیح آسمان سے آئیگا۔

جواب ۳ : انجیل سے ثابت ہے کہ مسیح موعود پیدا ہوگا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب ابن آدم (یسوع) نئی پیدائش میں اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا۔ (متی ۱۹/۲۸)

دوسرا اعتراض :۔ مسیح تو جلال کے ساتھ آسمان سے اُترے گا اور سب لوگ اس پر ایمان لے آوینگے۔

الجواب :۔ غلط ہے۔ (ا) یسوع نے تو صاف کہا ہے :۔ "لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا انہوں نے اس کو نہ پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اسی طرح ابنِ آدم بھی اُن کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا۔" (متی ۱۷/۱۲) گویا جس طرح انہوں نے ایلیاہ کو جو آنیوالا تھا "یوحنا" کی شکل میں نہ پہچانا۔ اور اس کی تکذیب کی۔ اس طرح مسیح موعود کی بھی تکذیب کریں گے اور وہی پُرانا اعتراض پیش کرینگے کہ اس نے آسمان سے نازل ہونا تھا۔

(ب) پھر یسوع کہتا ہے :۔ کہ خدا کی بادشاہت ظاہری طور پر نہ آئیگی (لوقا ۱۷/۲۰) لہٰذا آسمان سے جلال کے ساتھ نازل ہونا چہ معنی دارد۔

(ج) مسیح کی آمد چور کی طرح ہوگی۔ (۲۔ پطرس ۳/۱۰ و ا۔ تھسلنیکیوں ۵/۲ و لوقا ۱۲/۳۹ و متی ۲۴/۴۳) چور رات کو چھپ کر اور لباس بدل کر آتا ہے یا جلال کے ساتھ اپنی اصلی شکل میں۔ اسی طرح مسیح نے بھی بھیس بدل کر اپنے مثیل کے رنگ میں آنا تھا۔ مگر تم نے اس کے کلام کو نہ سمجھا۔

تیسرا اعتراض :۔ مسیح نے کہا: بہت سے جھوٹے مسیح آئینگے تم اُن پر ایمان نہ لانا مرزا صاحب بھی انہیں میں سے ہیں۔ خواہ کتنے نشان دکھائیں ہم نہیں مانیں گے۔

الجواب:۔ یسوع نے جن جھوٹے مدعیانِ مسیحیت و نبوت کا ذکر کیا ہے وہ وہی ہیں جو یسوع کو "خداوند" کہتے ہیں اور اُس کے نام سے بدروحوں کو نکالنے کے اور اس کے فیض اور اسی کی برکت سے مسیحیت کے مدعی ہیں چنانچہ لکھا ہے :۔

"جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو۔ جو تمہارے پاس بھیڑوں کے لباس میں آتے ہیں مگر باطن میں پھاڑنے والے بھیڑیے ہیں۔ اُن کے پھلوں سے تم انہیں پہچان لوگے۔۔۔۔۔ جو مجھ سے اے خداوند! اے خداوند! کہتے ہیں۔ اُس دن بہتیرے مجھ سے کہیں گے اے خداوند اے خداوند کیا ہم نے تیرے نام سے نبوت نہیں کی ؟ اور تیرے نام سے بدروحوں کو نہیں نکالا۔ اور تیرے نام سے بہت سے معجزے نہیں دکھائے ؟" (متی $\frac{۷}{۱۵ \text{ تا } ۲۲}$) گویا وہ جھوٹے نبی (۱) بُرے پھلوں والے (۲) یسوع کو خداوند کہنے والے (۳) اُسی کی برکت سے سب کچھ کرنے والے ہونگے۔ مرزا صاحب میں یہ تینوں باتیں نہیں پائی جاتیں۔ آپ تو یسوع کی الوہیت کے سب سے بڑے دشمن تھے۔ آپ نے تحفۂ قیصریہ میں مسیح کے نام سے آنے والا اپنے آپ کو کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مسیح موعود ہیں۔ اصل مسیح چونکہ فوت ہوگیا ہے اس لئے آنے والا مثیلِ مسیح حضورؑ ہی کا وجود باجود ہے ورنہ آپ نے یسوع کے فیض سے نبوت پانے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا۔ ہاں یسوع کی عبارت مندرجہ متی $\frac{۷}{۱۸}$ میں ڈوئی جیسے عیسائی مدعیانِ مسیحیت و نبوت شامل ہیں جو الوہیتِ مسیح کے قائل اور اُسی کے نام سے سب کچھ کرنے کے مدعی ہیں (مثلاً تھیوداس اور یہوداہ گلیلی دیکھو اعمال $\frac{۵}{۳۶-۳۷}$)۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس پیشگوئی کو چسپاں کرنا سراسر ظلم ہے۔ آپ کی اولاد اور جماعت کو دیکھو۔

چوتھا اعتراض:۔ مری پڑنا۔ لڑائیوں کا ہونا۔ بھونچال آنا۔ چاند سورج کا تاریک ہونا وغیرہ۔ یہ نشان تو مسیح کی آمدِ ثانی کے پہلے ہونے ہیں نہ کہ اُس کی آمد کے بعد۔

الجواب:۔ یہ عقلاً غلط ہے۔ سزا ہمیشہ قانون کی خلاف ورزی کے بعد ہوتی ہے نہ کہ اس سے قبل؛ دنیا میں عالمگیر عذاب ہمیشہ نبی کی بعثت اور اس کی تکذیب کے بعد ہی آیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرآئیل : ۱۶) اور یہی بات آپ کی توریت میں بھی لکھی ہے "اور یہ ہوگا کہ جو شخص اُس نبی کی نہ سُنے گا۔ وہ اُمت میں سے نیست و نابود ہو جائے گا۔"

(استثنا $\frac{۱۸}{۱۹}$ و اعمال $\frac{۳}{۲۳}$)

لہٰذا آپ کی انجیل کے کاتب نے اتنی غلطی کی ہے کہ پیچھے واقع ہونے والی بات کو پہلے لکھ دیا۔ پس کاتب کا قلم باطل ہے۔ (یرمیاہ $\frac{۸}{۸}$)

اور انجیل میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی آمد اچانک ہوگی اور اس کا اس سے قبل کسی کو علم نہ ہوگا پس اس سے پہلے بیماریاں وغیرہ پڑنا غلط ثابت ہوا۔ (متی $\frac{۲۴}{۳۲ \text{ تا } ۴۴}$ و مرقس $\frac{۱۳}{۳۲ \text{ تا } ۳۷}$)

پانچواں اعتراض:۔ مرزا صاحب کو اُن کے گھر میں قبولیت نہ ہوئی۔ قادیان میں بھی سب لوگ احمدی نہیں ہوتے۔ پنجاب اور ہندوستان نے ان کو قبول نہیں کیا۔

الجواب:۔ یہ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل ہے نہ کہ کذب کی۔ خود یسوع کہتا ہے

(د) مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ کوئی نبی اپنے وطن میں مقبول نہیں ہوتا (لوقا ۲۴/۴) (ب) نبی اپنے وطن اور اپنے گھر کے سوا کہیں بے عزت نہیں ہوتا (متی ۵۷/۱۳) (ج) یہی تو مسیح ناصری کی پیشگوئی تھی کہ مسیح کی آمد ثانی کے وقت اس کی تکذیب ہوگی اور لوگ اسے نہیں مانیں گے۔

۱۔ لیکن پہلے ضرور ہے کہ بہت دُکھ اُٹھائے اور اس زمانہ کے لوگ اُسے رد کریں۔۔۔ ابن آدم کے ظاہر ہونے کے دن بھی ایسا ہی ہوگا۔" (لوقا ۲۵/۱۷)

۲۔ لیکن مَیں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آچکا اور انھوں نے اُس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔ اِسی طرح ابن آدم بھی اُن کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا۔" (متی ۱۲/۱۷)

(د) نئے عہد نامے میں صاف لفظوں میں موجود ہے کہ تکذیب ہونا اور دُکھ پہنچنا سچے نبیوں کی علامت ہے۔ ملاحظہ ہو۔ یعقوب ۱۰/۵ "جن نبیوں نے خداوند کے نام سے کلام کیا۔ اُن کو دُکھ اُٹھانے اور صبر کرنے کا نمونہ سمجھو۔۔۔ تم نے ایوب کے صبر کا حال تو سُنا ہی ہے۔"

چھٹا اعتراض :۔ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ محمدی بیگم وغیرہ۔

الجواب :۔ محمدی بیگم وغیرہ پیشگوئیاں تفصیل سے دوسری جگہ درج ہیں یہ سب پیشگوئیاں انذاری تھیں اور پوری ہوئیں۔ لیکن تمہاری بائیبل سے ثابت ہے کہ انذاری پیشگوئیاں ٹل جایا کرتی ہیں۔ یونس نبی کی چالیس یومی پیشگوئی دیکھو یوناہ باب ۳ آیت ۴۔ اسی طرح اپنے پولوس رسول کی پیشگوئی دیکھو اعمال ۲۷ ۱۰-۲۵۔ پہلے کہا :۔ "اس سفر میں تکلیف اور بہت نقصان ہوگا۔ نہ صرف مال اور جہاز کا بلکہ ہماری جانوں کا بھی۔" (اعمال ۱۰/۲۷) لیکن بعد میں کہا۔ خاطر جمع رکھو کیونکہ تم میں سے کسی کی جان کا نقصان نہ ہوگا مگر جہاز کا۔۔۔ اِن سب کی خدا نے تیری خاطر جان بخشی کی۔ (اعمال ۲۷ ۲۲-۲۴)

یسوع کی پیشگوئیوں کا حال مضمون "قرآنی مسیح و انجیلی یسوع" میں مذکور ہے۔ دیکھو صفحہ ۹۶

تم یسوع کی ایک پیشگوئی انجیل سے سچی ثابت کردو۔ ہم اُس کے مقابلہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کی دو پیش کریں گے۔ آؤ میدان میں نکل کر مقابلہ کرو۔ دیدہ باید۔

جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو انعامی چیلنج بھی دیا۔ مگر کسی عیسائی کو مقابلہ پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ حضرت علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں :۔

"میرا یہ بھی دعویٰ ہے کہ یسوع کی پیشگوئیوں کی نسبت میری پیشگوئیاں اور میرے نشان زیادہ ثابت ہیں۔ اگر کوئی پادری میری پیشگوئیوں اور میرے نشانوں کی نسبت یسوع کی پیشگوئیاں اور نشان ثبوت کے رو سے قوی تر دکھلا سکے تو مَیں اس کو ایک ہزار روپیہ نقد دُونگا۔"

(اشتہار مشمولہ رسالہ انجام آتھم و تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۱)

ساتواں اعتراض :۔ مرزا صاحب کی وفات کے بعد ان کی جماعت میں اختلاف پھیل گیا۔

الجواب :۔ ذرا انجیل پڑھو۔ یسوع کی وفات کے تھوڑا ہی عرصہ بعد پولوس کرنتھیوں کو یوں مخاطب کرتا ہے:

"اے بھائیو!۔۔۔۔۔ تم میں جھگڑے ہو رہے ہیں۔" (۱۔کرنتھیوں ۱۱/۱)

"تم میں بڑا نقص یہ ہے کہ آپس میں مقدمہ بازی کرتے ہو۔" (۱۔کرنتھیوں ۶/۷)

آٹھواں اعتراض:۔ مرزا صاحب نے اپنے آپ کو مریم قرار دیا۔ وہ عورت کس طرح بن گئے ؟

الجواب:۔انجیل پڑھو۔پولوس عیسائیوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے:۔

۱۔"میں نے ایک ہی شوہر کے ساتھ تمہاری نسبت کی ہے۔تاکہ پاکدامن کنواری کی مانند تم کو مسیح کے پاس حاضر کروں۔" (۲۔کرنتھیوں ۱۱/۲)

گویا عیسائی یسوع کی بیویاں ہیں۔

۲۔"میں تجھے دلہن کے برّے کی بیوی دکھاؤں" (مکاشفہ ۲۱/۹) اس میں یسوع کے بارہ شاگردوں کو یسوع کی بیویاں قرار دیا گیا ہے۔

۳۔یسوع نے اپنے شاگردوں کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا ہے۔یہ ہے میری ماں۔ (لوقا ۸/۲۱)

نواں اعتراض:۔ مرزا صاحب نے اپنے متعلق حمل۔حیض۔دردِ زہ وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔جو مردوں کے لئے جائز نہیں۔

الجواب:۔یہ سب استعارات ہیں (انکی تشریح غیر احمدی علماء کے اعتراضات کے جوابات میں دیکھو) یہاں پر مختصر طور پر ذرا انجیل کے مندرجہ ذیل مقامات پڑھ لو:۔

۱۔ پولوس عیسائیوں کو کہتا ہے:۔"کاش تم میری تھوڑی سی بیوقوفی برداشت کر سکتے۔ہاں تم میری برداشت کرتے تو ہو۔مجھے تمہاری بابت خدا کی سی غیرت ہے کیونکہ میں نے ایک ہی شوہر کے ساتھ تمہاری نسبت کی ہے تاکہ تم کو پاکدامن کنواری کی مانند مسیح کے پاس حاضر کروں۔" (۲۔کرنتھیوں ۱۱/۱،۲) گویا تمام عیسائی کنواری عورتیں تھیں اور پولوس نے ان کی شادی مسیح سے کر دی۔

نوٹ:۔اس عبارت میں پولوس نے اپنی بیوقوفی کا ذکر کیا ہے اور رومیوں ۷/۲۴ میں اپنے آپ کو کمبخت آدمی بھی قرار دیا ہے۔

"پھر خواہش حاملہ ہو کر گناہ کو جنتی ہے۔" (یعقوب ۱/۱۵)

۲۔پطرس عیسائیوں سے کہتا ہے:۔"تم فانی تخم سے نہیں بلکہ غیر فانی سے خدا کے کلام کے وسیلے سے نئے سرے سے پیدا ہوئے ہو۔" (۱۔پطرس ۱/۲۳)

۳۔"جس طرح کہ پیٹ والی عورت جس کے جننے کا وقت نزدیک ہو درد کھاتی ہے اور اس پیڑے جو اسے لگی چیخیں مارتی ہے۔اے خداوند ہم تیری نگاہ میں ویسے ہی ہیں۔ہم حاملہ ہوتے۔ہمیں دردِ زہ لگا۔پر گویا ہوا جنے۔" (یسعیاہ ۲۶/۱۷،۱۸) یہ "ہوا جننے" کا محاورہ قابل غور ہے۔

۴۔"یروشلم ان کے درمیان حائض عورت کی طرح ہے۔" (یرمیاہ کا نوحہ ۱/۱۷ پرانا عہد نامہ)

۵۔"اری اے بانجھ تو جو نہیں جنتی خوشی سے للکار......کیونکہ تیرا خالق تیرا شوہر ہے۔" (یسعیاہ ۵۴/۱،۵)

۶۔بنی اسرائیل کو کہا ہے:۔"تمہارے پیٹ میں گوڑے کا حمل ہوگا تم کرگٹ جنوگے۔" (یسعیاہ ۳۳/۱۱)

۷۔ خدا کی "بیویوں" کے پستان وغیرہ:۔

"خداوند کا کلام مجھے پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد! دو عورتیں تھیں۔ جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئیں۔ انہوں نے مصر میں زنا کاری کی۔ وہ اپنی جوانی میں یارباز ہوئیں۔ وہاں انکی چھاتیاں ملی گئیں۔ اور وہاں اُن کی بکر کے پستان چھوئے گئے۔ اُن میں سے بڑی کا نام آہولہ اور اُس کی بہن آہولیبہ۔ اور وہ میری جورویں ہوئیں اور بیٹے بیٹیاں جنیں۔" (حزقی ایل ۲۳/ ۱-۵)

۸۔ مذکورہ بالا آہولیبہ کا حال سنو:۔

"تب اس کی زنا کاری عام ہوئی۔ اور اس کی برہنگی بے ستر ہوئی۔ تب جیسا میرا جی اس کی بہن سے ہٹ گیا تھا۔ ویسا ہی میرا دل اس سے بھی ہٹا۔ تس پر بھی اُس نے اپنی جوانی کے دنوں کو یاد کرکے جب وہ مصر کی زمین میں چھنالہ کرتی تھی۔ زنا کاری پر زنا کاری کی۔ سو وہ اپنے اُن یاروں پر مرنے لگی جن کا بدن گدھوں کا سا بدن اور جن کا انزال گھوڑوں کا سا انزال تھا۔" (حزقیل ۲۳/ ۱۸تا۲۰)

۹۔ "جس طرح جوان مرد ایک کنواری کو بیاہ لاتا ہے۔ اسی طرح وہ جو تجھ (یروشلم) کو تعمیر کرتے تجھے بیاہ لے جائیں گے۔ اور جس طرح دولہا دلہن پر ریجھتا ہے۔ اسی طرح تیرا خدا تجھ پر ریجھیگا۔" (یسعیاہ ۶۲/ ۵)

۱۰۔ "خداوند یوں فرماتا ہے۔ کہ تیری ماں کا طلاقنامہ جسے لکھ کر مَیں نے اُسے چھوڑ دیا کہاں ہے؟ ۔۔۔۔ تمہاری خطاؤں کے باعث تمہاری ماں کو طلاق دی گئی۔" (یسعیاہ ۵۰/ ۱)

۱۱۔ خداوند نے مجھ سے کہا کیا تُو نے دیکھا ہے کہ برگشتہ اسرائیل نے کیا کیا ہے؟ وہ ہر ایک اُونچے پہاڑ پر اور ہر ایک ہرے درخت کے تلے گئی اور وہاں زنا کاری کی اور جب وہ سب کچھ کر چکی تو مَیں نے کہا کہ میری طرف آ۔ پر وہ نہ پھری۔ اور اس کی بے وفا بہن یہوداہ نے یہ حال دیکھا۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ جب اسی باعث سے کہ اس نے زنا کاری کی تھی۔ مَیں نے برگشتہ اسرائیل کو نکالا اور اسے طلاقنامہ لکھدیا۔ باوجود اس کے اس کی بے وفا بہن یہوداہ نہ ڈری۔ بلکہ اُس نے بھی جا کے چھنالہ کیا۔ اور ایسا ہوا کہ اُس نے اپنے چھنالے کی بُرائی سے زمین کو ناپاک کیا۔ اور پتھر اور لکڑی کے ساتھ زنا کاری کی۔" (یرمیاہ ۳/ ۶-۹)

۱۲۔ زیادہ تفصیل سے یروشلم (خدا کی بیوی) کی زنا کاری کا حال ملاحظہ ہو۔

(حزقی ایل باب ۱۶ آیت ۱ تا ۶۳)

۱۳۔ اور خداوند فرماتا ہے کہ ازبسکہ صیون کی بیٹیاں شوخ ہیں اور گردن کشی اور شوخ چشمی سے خراماں ہوتی ہیں۔ اور اپنے پاؤں سے نت ناز رفتاری کرتی اور گھنگھرو بجاتی ہیں۔ اس لئے خداوند صیون کی بیٹیوں کی چاندیوں کو گنجی کریگا اور خداوند ان کے اندام نہانی کو اکھاڑیگا۔" (یسعیاہ ۳/ ۱۶-۱۷)

۱۴۔ "خداوند نے یہوداہ کی کنواری بیٹی کو کولھو میں تاڑا۔" (یرمیاہ کا نوحہ باب پہلا آیت ۱۵)

۱۵۔ پولوس کہتا ہے۔ "کیونکہ ہم کو معلوم ہے کہ ساری مخلوقات ملکر اب تک کراہتی ہے اور دردِ زہ میں پڑی تڑپتی ہے۔ اور نہ فقط وہی بلکہ ہم بھی آپ اپنے باطن میں کراہ رہے ہیں۔" (رومیوں ۸/ ۱۸تا۲۲)

۱۶۔ "اے میرے بچو! تمہاری طرف سے مجھے پھر جننے کے سے درد لگے۔" (گلیتوں ۴/ ۱۹)

۱۷۔ خدا کو دردِ زہ:۔ مَیں بہت مدت سے چُپ رہا اور آپ کو دیکھتا رہا۔ پر اَب مَیں اس عورت کی

طرح جس کو درد زہ ہو۔ چلاؤنگا۔ اور ہانپونگا اور زور زور سے ٹھنڈی سانس بھی لونگا۔" (یسعیاہ ۴۲/۱۴)

دسواں اعتراض :۔ مرزا صاحب نے بعض کتابوں کے حوالے غلط دیتے ہیں۔

الجواب :۔ ہم حضرت مرزا صاحبؑ کی کتابوں کو سہوِ کتابت اور سبقت قلم سے پاک نہیں سمجھتے۔ خصوصاً جبکہ ہم آپ کو نبی مانتے ہیں مگر ذرا اپنے خداوند یسوع کا بتایا ہوا حوالہ کہ داؤد نے ابیاتار سردار کاہن کے عہد میں اس کے گھر سے نذر کی روٹیاں کہیں بائیبل سے نکال دو۔ نیز متی میں جو یہ لکھا ہے" تاکہ جو نبیوں کی معرفت کہا گیا تھا وہ پورا ہو۔ کہ وہ ناصری کہلائیگا۔" (متی ۲/۲۳) اس کا حوالہ بائیبل سے نکال دو۔

تمہارے انجیلی ملہم کی دیانتداری کا یہ حال ہے کہ یسعیاہ ۷/۱۴ کی عبارت کنواری حاملہ ہوگی۔ بچہ پیدا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔" کو نقل کرتے ہوئے "کنواری حاملہ ہوگی اور بچہ جنے گی اور اس کا نام عمانوایل رکھینگے۔" کردیا ہے۔ محض اس لئے کہ تمہارے خداوند کا نام اس کی والدہ نے عمانوایل نہیں بلکہ یسوع رکھا تھا۔ ع کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

گیارہواں اعتراض :۔ مرزا صاحب کی عبداللہ آتھم والی پیشگوئی پوری نہ ہوئی؟

الجواب :۔ اُس میں شرط تھی "پندرہ ماہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔" (جنگ مقدس ص۱۸۹)

اس کا ثبوت کہ وہ راجع الی الحق ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انعامی اشتہارات ہیں۔ آپ نے آتھم کو حلف مؤکد بعذاب اُٹھانے کے لئے چار ہزار روپیہ تک انعامی چیلنج دیا۔ مگر وہ میدان میں نہ آیا۔

عیسائی :۔ اُس کیلئے حلف اُٹھانا ناجائز تھا (یعقوب ۵/۱۲ و متی ۵/۳۴) اس لئے مرزا صاحب کا مطالبہ حلف درست نہ تھا۔

جواب :۔ غلط ہے۔ انجیل سے ثابت ہے کہ یسوع کے بعد اس کے شاگرد اور رسول قسمیں کھاتے رہے۔ چنانچہ پولوس نے مسیح کی قسم بھی کھائی (۱۔ تھسلنیکیوں ۵/۲۷) (انجیلی اصطلاح میں خداوند سے مراد یسوع ہے) فخر کی قسم۔ (۱۔ کرنتھیوں ۱۵/۳۱)

اس لیئے آتھم کا بانہ شائستہ اعتنا نہ ہونے کی وجہ سے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر گواہ ہے۔

بارھواں اعتراض :۔ مرزا صاحب کی آمد کی وجہ سے تمام مسلمان پاک نہیں ہوگئے۔ مگر خداوند یسوع کے "کفارہ" پر ایمان لانے سے ہم پاک ہوگئے اور کفارہ نے گناہ کو جڑ سے کاٹ دیا۔

الجواب :۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد سے خدا تعالیٰ کی سنّتِ قدیمہ کے مطابق جماعت احمدیہ کا جو ایک پاکبازوں کی جماعت ہے قیام ہوا۔ کیا مسیح کی آمد پر تمام یہودی پاک ہوگئے تھے؟ ہاں یسوع کی زندگی میں صرف بارہ آدمی ظاہری طور پر پاک ہوئے تھے جن کی حالت کا نقشہ انجیل نے خوب کھینچا ہے مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کے فضل سے مسیح سے لاکھوں گُنا کامیابی ہوئی۔

باقی رہا کفارہ سے گناہ کا جڑسے کٹنا۔ سو یہ بھی غلط ہے۔ انجیل میں ہے کہ یسوع کے بعد خود عیسائیوں میں بدکاری موجود تھی۔ چنانچہ پولوس رسول عیسائیوں کو مخاطب کرکے لکھتا ہے :۔"یہاں تک سُننے میں آیا ہے کہ تم میں حرامکاری ہوتی ہے۔ بلکہ ایسی حرامکاری جو غیر قوموں میں بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ تم میں سے ایک شخص اپنے باپ کی بیوی کو رکھتا ہے اور تم افسوس تو کرتے نہیں تاکہ جس نے یہ کام کیا تم میں سے نکالا جائے۔ بلکہ شیخیاں مارتے ہو" (۱۔کرنتھیوں ۵/۱)

غرضیکہ موجودہ عیسائیوں اور ان کی تبلیغ کی وہی کیفیت ہے جو مسیح نے اِن الفاظ میں بیان کی ہے :۔
"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک کو مُرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا دَورہ کرتے ہو۔ اور جب وہ مُرید ہو چکتا ہے تو اُسے اپنے سے دُونا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو" (متی ۲۳/۱۵)

تیرھواں اعتراض :۔ مرزا صاحب کہتے ہیں ؎

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں ۔۔۔ ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

گویا اپنے آپ کو انسان بھی نہیں سمجھتے۔ چہ جائیکہ وہ مسیح ہوں۔

الجواب :۔ ذرا اپنی بائبل کو پڑھو تا تمہیں معلوم ہو کہ تم جس قول کو بغرض تکذیب پیش کر رہے ہو وہی قول صداقتِ مسیح موعود علیہ السلام کا مؤید ہے۔

(ا) داؤد کہتا ہے ۔"پر مَیں کیڑا ہوں۔ نہ انسان۔ آدمیوں کا ننگ ہوں اور قوم کی عار" (۲۲ زبور آیت ۶)

(ب) تمہارا مسیح کہتا ہے:"لومڑیوں کے بھٹ ہوتے ہیں اور ہوا کے پرندوں کے گھونسلے مگر ابن آدم کے لئے سر دھرنے کی جگہ نہیں" (متی ۸/۲۰)

(ج) پولوس کہتا ہے:۔"ہائے میں کیسا کم بخت آدمی ہوں" (رومیوں ۷/۲۴)

(د) کاش تم میری تھوڑی سی بیوقوفی کی برداشت کر سکتے" (۲۔کرنتھیوں باب ۱۱۔ آیت ۱)

(ھ) اس قسم کے الفاظ خدا کے نیک بندے اپنی نسبت بطور انکسار استعمال فرمایا کرتے ہیں۔ ان کو حقیقت پر محمول کرکے ان پر ہنسی اُڑانا شریف آدمیوں کا شیوہ نہیں۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔
"میں نے حدیث شریف پڑھی ہے جس میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ زمانۂ آخر میں مخلوق کا نیک گمان اُس شخص کے متعلق ہوگا۔ جو سب سے بدتر ہوگا۔ اور وعظ بیان کریگا۔ چنانچہ مَیں نے اپنے آپ کو سب سے بدترین دیکھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم کا ارشاد سچا ہونے کی وجہ سے وعظ بیان کرتا ہوں"

{ تذکرۃ الاولیاء شیخ فریدالدین عطارؒ باب ۴۲ بیان حضرت جنید بغدادیؒ مترجم اردو مطبع علمی پرنٹنگ پریس ص ۲۳ ونیز الاصفیاء ترجمہ اردو تذکرۃ الاولیاء جلال پرنٹنگ پریس لاہور ص ۳۰۲ }

(و) حضرت داتا گنج" اپنی کتاب کشف المحجوبؒ میں تحریر فرماتے ہیں۔
"داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ امام صاحب (امام جعفر صادقؒ) کے پاس آئے اور کہا۔ اے رسولؐ کے بیٹے! مجھے کوئی نصیحت فرماؤ۔ کیونکہ میرا دل سیاہ ہوگیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ اے ابا سلمان! آپ اپنے زمانہ کے

زاہد ہیں۔ آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے؟ داؤد طائیؒ نے فرمایا کہ اے فرزند پیغمبرؐ! خداوند تعالیٰ نے آپ کو سب خلقت پر فضیلت دی ہے۔ آپ کو سب کے لئے نصیحت کرنا واجب ہے۔ امام صاحبؒ نے فرمایا۔ اے ابا سلمان! مَیں ڈرتا ہوں کہ قیامت کو میرا دادا بزرگوارؐ مجھے گرفت کرے کہ تُو نے حقِ متابعت ادا نہیں کیا۔ اور یہ کام نسب سے صحیح اور نسبت سے قوی نہیں ہوتا۔۔۔۔۔ داؤد طائی رونے لگے اور کہا۔ اے خداوند عزّوجل جس کا خمیر نبوت کے پانی سے ہے اور اس کی طبیعت کی ترکیب دلائل روشن سے ہے اور جس کا دادا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ماں بتول یعنی فاطمۃ الزہراؓ ہے اُس کے سامنے داؤد کون ہوتا ہے جو اپنے معاملہ پر غرّہ ہو۔ یہ بھی انہی سے روایت ہے کہ ایک روز اپنے غلاموں میں بیٹھے تھے اور اُن سے کہتے تھے کہ آؤ ہم بیعت کریں یعنی عہد کریں کہ قیامت کے دن جو شخص ہم میں سے نجات پاتے وہ سب کی شفاعت کرے۔ اوروں نے کہا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے! آپ کو ہماری شفاعت کی کیا پرواہ ہے کیونکہ آپ کے جدِّ مبارک سب خلقت کے شفیع ہیں۔ امامؒ نے (امام جعفر صادقؒ نے) کہا۔ کہ مَیں اپنے فعلوں کیساتھ شرم رکھتا ہوں کہ دادا بزرگوار کو کس طرح مونہہ دکھاؤں اور یہ سب اپنے نفس کی عیب گیری ہے۔ اور یہ صفت کامل صفتوں سے ہے اور سب اربابِ جنابِ الٰہی کے انبیاء۔ اور اولیاء۔ اور رسول اِسی صفت پر ہوتے ہیں"۔

(کشف المحجوب مترجم اردو باب چھٹا مطبوعہ مطبع عزیزی ۱۳۲۲ھ صفحہ ۹۱)

(ز) حدیث نبوی ﷺ میں یہ دُعا سکھائی گئی ہے:۔

(۱) قُلِ اللّٰهُمَّ اِنِّیْ ضَعِیْفٌ فَقَوِّنِیْ وَاِنِّیْ ذَلِیْلٌ فَاَعِزَّنِیْ وَاِنِّیْ فَقِیْرٌ فَارْزُقْنِیْ۔

(مستدرک امام حاکمؒ بحوالہ جامع الصغیر امام سیوطی جلد ا۔ باب القاف مطبع مصطفےٰ مصر صفحہ ۸۴) یعنی یہ دُعا کر کہ اے خدا! مَیں کمزور ہوں۔ تُو مجھے طاقت دے۔ مَیں ذلیل ہوں مجھے عزت اور غلبہ دے۔ مَیں فقیر ہوں۔ تُو مجھے رزق عطا فرما۔

(۲)۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ تَسْمَعُ كَلَامِیْ وَتَرٰی مَكَانِیْ وَتَعْلَمُ سِرِّیْ وَعَلَانِیَتِیْ۔ لَا یَخْفٰی عَلَیْكَ شَیْءٌ مِّنْ اَمْرِیْ وَاَنَا الْبَائِسُ الْفَقِیْرُ۔ وَاَبْتَهِلُ اِلَیْكَ اِبْتِهَالَ الْمُذْنِبِ الذَّلِیْلِ وَاَدْعُوْكَ دُعَآءَ الْخَائِفِ الضَّرِیْرِ مَنْ خَضَعَتْ لَكَ رَقَبَتُهٗ وَفَاضَتْ لَكَ عَبْرَتُهٗ وَذَلَّ لَكَ جِسْمُهٗ وَرَغَمَ لَكَ اَنْفُهٗ۔ (طبرانی بحوالہ جامع الصغیر سیوطی جلد ا باب الالف صفحہ ۵۹ مصری) یعنی اے اللہ! تُو میرے کلام کو سُنتا اور میرے مکان کو دیکھتا ہے۔ تُو میرے مخفی اور ظاہر کا علم رکھتا ہے۔ میرے کام میں سے کوئی چیز تجھ سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔ اور مَیں مفلس اور محتاج ہوں۔۔۔۔ اور مَیں تیرے سامنے ایک گنہگار ذلیل کی طرح گڑگڑاتا ہوں اور ایک ایسے خوفزدہ نابینا کی سی دُعا کرتا ہوں جس کی گردن تیرے آگے جھکی ہوئی ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں اور اس کا جسم تیرے آگے سجدہ ریز ہے اور تیرے سامنے اس کی ناک ذلیل اور شرمندہ ہے۔

اب یہ سب چونکہ خالق کے آگے مخلوق کی مناجات ہے اس لئے اس میں جتنا بھی زیادہ ابتہال اور انکسار اور تذلّل ہوگا اُتنا ہی اس کا مقام بالا از اعتراض ہوگا۔ یہی صورت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعا کی

ہے۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ شعر جس پر اعتراض کیا گیا ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و انکسار اور دُعا کا حامل ہے۔ جیسا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی دُعا (بحوالہ زبور) اوپر درج ہو چکی ہے۔ بلکہ یہ کہنا بالکل درست ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام کی یہ مناجات لفظاً لفظاً حضرت داؤد کی دُعا کا ترجمہ ہے پس جو شخص اس پر اعتراض کرتا ہے یا اس پر تمسخر اُڑاتا ہے وہ حد درجہ کا شقی اور مُتَعَنِّتْ انسان ہے اور اپنی بدفطرتی کے مظاہرہ کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔

(ح) حضرت اقدس علیہ السلام کا یہ قول محمول بر انکسار ہے۔ جیسا کہ خود حضورؑ فرماتے ہیں:-

إِنَّ الْمُهَيْمِنَ لَا يُحِبُّ تَكَبُّرًا
مِنْ خَلْقِهِ الضُّعَفَاءِ دُوْدِ فَنَاءٖ

(انجامِ آتھم صفحہ ۲۷۱ ۔ درِّثمین عربی صفحہ ۱۸۶)

کہ خدا تعالیٰ اپنی مخلوق سے جو کہ ضعیف اور کیڑے ہیں تکبر پسند نہیں کرتا۔ اس میں حضورؑ نے تمام مخلوق کو کیڑے قرار دیا ہے اور تکبر سے اظہارِ نفرت فرمایا ہے۔ پھر فرماتے ہیں:-

وَمَا نَحْنُ اِلَّا كَالْفَتِيْلِ مَذَلَّةً
بِاَعْيُنِهِمْ بَلْ مِنْهُ اَدْنٰى وَاَحْقَرُ

(درِّثمین عربی صفحہ ۲۹۳ ۔ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۱۶ طبع اوّل)

کہ ہم اپنے مخالفوں کی نظر میں ایک ریشۂ خرما کی طرح ہیں۔ بلکہ اس سے زیادہ حقیر اور ذلیل۔ پھر تحریر فرماتے ہیں:-

"اس آیت میں ان نادان موحّدوں کا رد ہے جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کُلّی ثابت نہیں اور.... کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ مجھ کو یُونس بن متّٰی سے بھی زیادہ فضیلت دی جائے یہ نادان نہیں سمجھتے کہ.... وہ بطور انکسار اور تذلّل ہے جو ہمیشہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عادت تھی۔ ہر ایک بات کا ایک موقع اور محل ہوتا ہے۔ اگر کوئی صالح اپنے خط میں احقر العباد لکھے تو اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ شخص درحقیقت تمام دنیا یہاں تک کہ بُت پرستوں اور تمام فاسقوں سے بدتر ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ وہ احقر العباد ہے۔ کسقدر نادانی اور شرارتِ نفس ہے۔"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۱۶۳ طبع اوّل)

قرآن کا مسیح اور انجیل کا یسوع

تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

۱۔ "ہمیں پادریوں کے اور اُن کے یسوع اور اس کے چال چلن سے کچھ غرض نہ تھی۔ انہوں نے ناحق ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیکر ہمیں آمادہ کیا کہ اُن کے یسوع کا کچھ تھوڑا سا حال اُن پر ظاہر کریں۔ چنانچہ اسی پلید نالائق فتح مسیح نے اپنے خط میں جو میرے نام بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زانی لکھا ہے (نعوذ باللہ) اور اس کے علاوہ اور بہت گالیاں دی ہیں۔ اگر پادری اب بھی اپنی پالیسی بدل دیں اور عہد کریں کہ آئندہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں نہیں نکالیں گے۔ تو ہم بھی عہد کریں گے کہ آئندہ نرم الفاظ کے ساتھ ان سے گفتگو ہوگی ورنہ جو کچھ کہیں گے اُس کا جواب سُنیں گے۔" (ضمیمہ انجام آتھم ص۸ حاشیہ طبع اوّل)

۲۔ "مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالےٰ نے یسوع کی قرآن شریف میں کچھ خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا؟ اور پادری اس بات کے قائل ہیں کہ یسوع وہ شخص تھا جس نے خدائی کا دعویٰ کیا اور حضرت موسیٰؑ کا نام ڈاکو اور بٹمار رکھا اور آنے والے مقدس نبی کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ میرے بعد سب جھوٹے نبی آئیں گے۔"
(ضمیمہ انجام آتھم ص۹ حاشیہ)

۳۔ "ہم اس بات کے لئے بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے مامور ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کا سچا اور پاک اور راستباز نبی مانیں اور اُن کی نبوت پر ایمان لاویں۔ سو ہماری کتاب میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جو اُن کی شانِ بزرگ کے خلاف ہو۔ اور اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ دھوکہ کھانے والا اور جھوٹا ہے۔"
(ایام الصلح ٹائیٹل پیج ص۲ و تبلیغ رسالت مجموعہ اشتہارات جلد ۷ ص [illegible])

۴۔ "مَیں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ یا حضرت عیسیٰؑ جیسے راستباز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید مَنْ عَادَ لِیْ وَلِیًّا دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔" (اعجاز احمدی ص [illegible] طبع اوّل)

۵۔ "موسیٰ کے سلسلہ میں ابن مریم مسیح موعود تھا اور محمدی سلسلہ میں مَیں مسیح موعود ہوں۔ سو مَیں اس کی عزت کرتا ہوں جس کا ہمنام ہوں اور مفسد اور مفتری ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ مَیں مسیح ابن مریم کی عزت نہیں کرتا۔" (کشتی نوح ص۱۶ طبع اوّل)

۶۔ جس حالت میں مجھے دعویٰ ہے کہ مَیں مسیح موعود ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مجھے مشابہت ہے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ مَیں اگر نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بُرا کہتا تو اپنی مشابہت اُن سے کیوں بتلاتا؟ کیونکہ اس سے تو خود میرا بُرا ہونا لازم آتا ہے۔"
(اشتہار ۲۷ر دسمبر ۱۸۹۸ء حاشیہ و تبلیغ رسالت جلد ۷ ص [illegible] حاشیہ)

۷۔ "ہمارا جھگڑا اُس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے نہ اُس برگزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن

کی وحی نے مع تمام لوازم کے کیا ہے۔" (تبلیغ رسالت جلد ۶ صفحہ ۳۲)

۸۔ هٰذَا مَا كَتَبْنَا مِنَ الْاَنَاجِيْلِ عَلٰى سَبِيْلِ الْاِلْزَامِ وَاِنَّا نُكْرِمُ الْمَسِيْحَ وَنَعْلَمُ اِنَّهٗ كَانَ تَقِيًّا وَّ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ الْكِرَامِ۔ (ترغیب المومنین ص۱۹ حاشیہ)

۹۔ "ہمیں حضرت مسیح علیہ السلام کی شانِ مقدس کا بہرحال لحاظ ہے اور صرف (پادری) فتح مسیح کے سخت الفاظ کے عوض میں ایک فرضی مسیح کا بالمقابل ذکر کیا گیا ہے۔ اور وہ بھی سخت مجبوری سے کیونکہ اس نادان (پادری فتح مسیح) نے نہایت ہی شدت سے گالیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالی ہیں۔ اور ہمارا دل دکھایا ہے۔" (رسالہ فتح مسیح ص۱)

۱۰۔ "ہم اُس سچے مسیح کو مقدس اور بزرگ اور پاک جانتے ہیں اور مانتے ہیں جس نے نہ خدائی کا دعویٰ کیا نہ بیٹا ہونے کا۔ اور جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر دی اور اُس پر ایمان لایا۔" (فتح مسیح ص۱۳)

۱۱۔ "اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ نیک انسان تھا اور نبی تھا مگر اُسے خدا کہنا کفر ہے۔"
(تذکرۃ الشہادتین ص۲۷ و تبلیغ رسالت جلد۶ ص۱۱)

۱۲۔ "قرآن شریف میں فقط اس مسیح کے معجزات کی تصدیق ہے جس نے کبھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ مسیح کئی ہوئے ہیں۔" (تصدیق النبی حاشیہ ص۳۴)

نیز دیکھو رسالہ آریہ دھرم ٹائٹل پیج آخری صفحہ و حقیقۃ الوحی ص۲۷ و جنگ مقدس ص۵ و انوار اسلام ص۳۳)

غیر احمدی علماء کی تحریرات

۱۔ جناب مولوی رحمت اللہ صاحب مہاجر مکی اپنی کتاب ازالۃ الاوہام ص۳۷ میں فرماتے ہیں:۔

"ہمراہ جناب مسیح بسیار زناں ہمراہ مے گشتند و مال خود مے خورانیدند و زنان فاحشہ پایہائے آنجناب رامے بوسیدند و آنجناب مرتا و مریم را دوست مے داشت و خود شراب برائے نوشیدن دیگر کساں عطا مے فرمودند۔"

۲۔ مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی دیوبند لکھتے ہیں:۔

"یہ نصاریٰ جو دعویٰ محبت حضرت عیسیٰ سے کرتے ہیں تو حقیقت میں اُن سے محبت نہیں کرتے کیونکہ دار و مدار ان کی محبت کا خدا کے بیٹے ہونے پر ہے۔ سو یہ بات حضرت عیسیٰ میں تو معدوم، البتہ اُن کے خیال میں تھی۔ اپنی خیالی تصویر کو پوجتے ہیں۔ اور اس سے محبت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خداوند کریم نے اُن کی واسطہ داری سے برطرف رکھا ہے۔" (ہدایۃ الشیعہ ص۲۴۴ و ص۲۴۵)

۳۔ جناب مولوی آل حسن صاحب فرماتے ہیں:۔

"حضرت عیسیٰ کا معجزہ احیاء موتیٰ کا بعض بھان متی کرتے پھرتے ہیں کہ ایک آدمی کا سر کاٹ ڈالا بعد اس کے سب کے سامنے دھڑ سے ملا کر کہا اُٹھ کھڑا ہو۔ وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔" (استفسار ص۳۳۶)

۴۔ "اشعیا اور ارمیاہ اور عیسیٰ علیہ السلام کی بہت سی غیب گوئیاں قواعد رمل و نجوم سے بخوبی نکل سکتی

ہیں۔ بلکہ اس سے بہتر" (استفسار صفحہ ۴۳۶)

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو حد سے زیادہ جو گالیاں دیں۔ تو ظلم کیا۔" (استفسار صفحہ ۴۱۹)

حضرت مسیح علیہ السّلام اور یسوع کے دو حلیے

موجودہ انجیل نے یسوع کی ایسی گندی تصویر کھینچی ہے کہ اُسے دیکھ کر کوئی منصف مزاج انسان یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ خُدا کے اس برگزیدہ نبی کی تصویر ہے جسے قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح ابن مریم کے نام سے موسوم کیا ہے۔

۱۔ نسب نامہ

قرآن مجید حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نسب نامہ کو بالکل پاک اور مطہر قرار دیتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے: مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا۔ (مریم: ۲۹) مگر انجیل کے یسوع کا نسب نامہ سخت ناپاک اور گندہ ہے چنانچہ انجیل متی ۱/۱ میں "یسوع کا نسب نامہ" کے عنوان کے نیچے تین عورتوں تامار۔ راحاب اور اوریاہ کی بیوی (بنت سبع) کا ذکر ہے (متی باب ۱ آیت ۳-۵-۷) اور تورات میں لکھا ہے کہ یہ تینوں بدکار اور زنا کار عورتیں تھیں۔ ملاحظہ ہو:۔

راحاب فاحشہ تھی۔ (یشوع ۲/۱-۲)

تامار نے اپنے خُسر سے زنا کیا۔ (پیدائش ۳۸/۱۶، ۱۹)

بنت سبع زوجہ اوریاہ نے (نعوذ باللہ) داؤد سے زنا کیا۔ (۲-سموئیل ۱۱/۲-۵)

تورات میں ہے:۔ بدکاروں کی نسل کبھی نامآور نہ ہوگی۔ (یسعیاہ ۱۴/۲۰)

"حرامی بچہ دسویں پشت تک خدا کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا۔" (استثنا ۲۳/۲)

۲۔ مریم کا صدیقہ ہونا

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو صدیقہ قرار دیا ہے۔ فرمایا: وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ۔ (سورۃ المائدۃ: ۷۶) نیز فرمایا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا۔ (التحریم: ۱۳) گویا وہ حضرت عیسیٰ پر کامل طور پر ایمان لائی اور خدا کی باتوں پر کماحقہٗ عمل کرتی تھی۔

مگر انجیلی یسوع کے متعلق انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی ماں اُس پر ایمان نہ لائی تھی۔ چنانچہ متی ۱۲/۴۶-۵۰ ومرقس ۳/۳۱-۳۵ میں ہے کہ اس کی ماں اور اس کے بھائی جب یسوع کو ملنے آئے تو وہ اپنے شاگردوں میں کھڑا تھا۔ کسی نے جب اس کو بتایا کہ تیری ماں اور تیرے بھائی تجھ سے ملنا چاہتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا "کون ہے میری ماں؟ اور کون ہیں میرے بھائی؟ اپنے شاگردوں کی طرف منہ کرکے کہا: میری ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے اور اُس پر عمل کرتے ہیں۔" (لوقا ۸/۲۱) گویا اس کی ماں اور اس کے بھائی خدا کے کلام کو سنتے اور اس پر عمل نہ کرتے تھے۔ کیونکہ اگر وہ واقعی

خدا کی مرضی پر چلنے والی اور اس کی باتوں پر عمل کرنے والی ہوتی تو وہ یسوع کے بیان کردہ معنوں کی رُو سے اُس کی رُوحانی ماں بھی ٹھہرتی۔ تو اُس صورت میں یسوع پر اُس کی دونی عزت لازم آتی۔ مگر اس کا "کون ہے میری ماں" کہنا اور پھر ماں کے معنے بیان کر کے اپنے شاگردوں کو اس میں شامل کرنا اور جسمانی ماں کو اس سے باہر نکالنا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ اس کی ماں اُس پر ایمان نہ لائی۔ لہٰذا انجیلی یسوع اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ کا مصداق نہ رہا۔

مندرجہ بالا استدلال انجیل کی اس عبارت سے اور زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس کے بھائی بھی اس پر ایمان نہ لاتے تھے۔ (یوحنا ۷/۵) کیا کوئی عیسائی موجودہ انجیل میں سے کوئی ایک ہی حوالہ ایسا پیش کر سکتا ہے کہ جس میں یہ لکھا ہو کہ یسوع کی ماں مریم یسوع پر ایمان لائی تھی؟ ہرگز نہیں۔

۳۔ ماں سے بدسلوکی

قرآن مجید نے اپنے مسیح علیہ السلام کو بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ (مریم: ۳۳) قرار دیا ہے اور یوں بھی لَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ (بنی اسرائیل: ۲۴) کے عام حکم سے انبیاء علیہم السلام کا استثنا نہیں۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی والدہ کے کامل طور پر وفادار تھے اور اس سے انتہائی طور پر نیک سلوک کرتے تھے۔ مگر انجیل کا یسوع اپنی ماں کو "کون ہے میری ماں!" (متی ۱۲/۴۸ و مرقس ۳/۳۳) "اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام" (یوحنا ۲/۴) کے الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ گویا اپنے آپ کو اس سے کلی طور پر مستغنی اور بے تعلق قرار دیتا ہے اور اُس کی نافرمانی کرتا ہے۔ ایسا آدمی تو یسوع کے فتوے کے مطابق واجب القتل ہے (متی ۱۵/۴ و رومیوں ۱/۲۹-۳۲) لہٰذا وہ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ (مریم: ۳۳) کا مصداق نہ رہا۔

۴۔ پاک انسان ہونا

قرآن مجید نے اپنے مسیح علیہ السلام کے متعلق اَیَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ: ۲۵۴) فرمایا ہے گویا وہ بہت پاک اور مقدس انسان تھے جس طرح کہ خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء ہوتے ہیں۔ مگر انجیل کا یسوع انجیل کے رو سے ایک پاک کیریکٹر کا انسان ثابت نہیں ہوتا۔

۵۔ ایک بدکار عورت سے محبت

(ا) اس کے پاؤں پر ایک بدچلن عورت نے عطر ڈالا (لوقا ۷/۳۸) (ب) عطر ڈالنے والی بدچلن عورت کا نام مریم تھا جو مرتھا اور لعزر کی بہن تھی (یوحنا ۱۱/۲ و ۱۲/۳) (ج) یسوع اس بدچلن عورت سے محبت رکھتا تھا (یوحنا ۱۱/۵) (د) اس بدچلن عورت کو بھی یسوع سے محبت تھی۔ (لوقا ۷/۴۷) (ر) وہ بدچلن عورت روئی تو یسوع بھی گھبرا کر رونے لگا (یوحنا ۱۱/۳۵) (و) یسوع اُس بدچلن عورت کے گھر گیا اور اُس سے تنہائی میں باتیں کرتا رہا (لوقا ۱۰/۳۸تا۴۲) (ز) اُس کے ساتھ عورتیں رہتی تھیں (لوقا ۸/۱تا۳ و متی ۲۷/۵۵)۔

(ش) ایک بدچلن سامری عورت سے جو کئی خاوند کر چکی تھی یسوع نے تنہائی میں معنی خیز گفتگو کی (یوحنا ۴/۷تا۱۹)

(س) یہ فقرہ خاص طور پر قابل غور ہے۔" اتنے میں اُس کے شاگرد آگئے اور تعجب کرنے لگے کہ وہ عورت سے باتیں کر رہا ہے پس عورت اپنا گھڑا چھوڑ کر شہر کو چلی گئی (یوحنا ۴/۲۸،۲۹) (ض) ایک نوجوان لڑکے سے محبت (یوحنا ۲/۲۰ و ۱۹/۲۶) (ط) اُس کو گود میں بٹھانا اور چھاتی سے لگانا۔ (یوحنا ۱۳/۲۳ و ۲۱/۲۰،۲۱) گویا اس لڑکے سے یسوع کو محبت تھی اور شاگرد یسوع سے جب کوئی راز کی بات پوچھنا چاہتے تو بلاواسطہ پوچھنے کی بجائے اُس لڑکے کے ذریعہ سے دریافت کرتے اور یسوع بتا دیتا۔ یوحنا ۱۳/۲۴ سے معلوم ہوتا ہے کہ پطرس کو یہ فکر تھا کہ یسوع کے چلے جانے کے بعد اس لڑکے کا کیا حال ہوگا اور اس کا کون پُرسان حال ہوگا مگر یسوع نے صل سے فقروں میں بات کو ٹال دیا۔ یہی اور اسی قسم کی اور باتیں تھیں جن کی بنا پر جب پیلاطوس نے یہودیوں سے پُوچھا کہ تم یسوع پر کیا الزام لگاتے ہو تو انہوں نے جواب میں اس سے کہا کہ " اگر یہ بدکار نہ ہوتا تو ہم اسے تیرے حوالے نہ کرتے۔" (یوحنا ۱۸/۳۰) بایں ہمہ جناب کا اپنا حال یہ تھا کہ ایک " خونِ حیض" والی عورت کے چُھونے سے قوت نکل گئی۔ (مرقس ۵/۳۰ و لوقا ۸/۴۶)

۶- بد نمونہ

قرآن مجید نے اپنے مسیح کو مَثَلًا لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ (الزخرف: ۶۱) یعنی بنی اسرائیل کے لیے اچھا نمونہ قرار دیا ہے مگر انجیلی یسوع کا نمونہ اس کے اخلاق و عادات قطعاً اس قابل نہیں تھیں کہ کوئی منصف مزاج انسان اس کو نمونہ کہہ سکے۔

۱- گالیاں دینا۔ زناکار لوگ (متی ۱۲/۳۹)" اے سانپو! افعی کے بچو! (متی ۲۳/۳۳) اے بدکارو! (متی ۷/۲۳) اندھو (متی ۲۳/۱۶،۱۷،۱۹،۲۴) وغیرہ

۲- گندے ہاتھوں سے کھانا کھانا۔ اُس کے بعض شاگردوں نے جب اس کی موجودگی میں ناپاک یعنی بن دھوئے ہاتھوں سے روٹی کھائی (مرقس ۷/۲)، تو اس پر بعض فقیہوں اور فریسیوں نے اعتراض کیا۔ اسکے جواب میں بجائے اپنے شاگردوں کو تادیب کرنے کے اُلٹا یہودیوں سے بحث کرنا شروع کر دیا اور کہا کوئی چیز باہر سے آدمی میں داخل ہو کر انسان کو ناپاک نہیں کر سکتی۔ (مرقس ۷/۱۵) بغیر ہاتھ دھوئے کھانا کھانا آدمی کو ناپاک نہیں کرتا۔ متی ۱۵/۲۰

۳- مغلوب الغضب تھا۔ ۱- یہودیوں کو گالیاں دیں۔ ب- انجیر کے درخت پر بلاوجہ غصہ کھایا۔
(مرقس ۱۱/۱۴ و متی ۲۱/۱۹)

۴- غیر کی چیز بلا اجازت ہاتھ صاف کرنا جائز سمجھتا تھا۔ اس کے شاگردوں کا بالیں توڑنا اور اس کا حمایت کرنا۔ (متی ۱۲/۱،۵ و مرقس ۲/۲۳)

۵- بُزدل ہونا۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اپنے بندوں کی عموماً اور انبیاء کی خصوصاً یہ صفت بتائی ہے کہ وہ بزدل نہیں ہوتے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ (یونس: ۶۳) كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلة: ۲۲)

کجا غوغائے شاں بر خاطرِ من وحشتے آرد
کہ صادق بُزدلے نَبُود و گر بیند قیامت را (درثمین فارسی)

چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے نبی تھے۔ لہٰذا بُزدل نہ تھے مگر انجیل کا یُسوع بُزدل تھا ملاحظہ ہو:۔

۱۔ قتل کا مشورہ سُن کر چھپ کر چلا گیا اور کہا کہ کسی کو میرا نام نہ بتانا (متی ۱۲/۱۵)

۲۔ ایک شہر میں تمہیں ستائیں تو دوسرے میں بھاگ جاؤ۔ (متی ۱۰/۲۳)

۳۔ اِسی تعلیم کے نتیجے میں پولوس رسول قید خانہ سے سیواجی مرہٹے کی طرح ٹوکرے میں بیٹھ کر بھاگا تھا۔ (۲۔کرنتھیوں ۱۱/۳۲، ۳۳)

۴۔ جب یہودیوں نے مارنے کو پتھر اُٹھائے تو ڈر کر کہا۔ سب لوگ خدا کے بیٹے ہیں۔ (یوحنا ۱۰/۳۴ تا ۳۵)

۷۔ مفسد ہونا

خدا کے انبیاء دُنیا میں اصلاح کی غرض سے آتے ہیں۔ جیسا کہ اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ (ھود: ۸۹) لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بوجہ نبی اور رسول ہونے کے بنی اسرائیل کی اصلاح ہی کے لئے آئے تھے۔ مفسد ہونا تو قرآن مجید نے منافق کی نشانی قرار دی ہے۔ مگر انجیل کا یسوع دُنیا میں اصلاح کے لئے نہیں بلکہ فساد کے لیے آیا تھا۔ ملاحظہ ہو:۔

الف۔ "یہ نہ سمجھو کہ مَیں زمین پر صُلح کرانے آیا ہوں۔ صلح نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں (متی ۱۰/۳۴-۳۶) اور کہا کپڑے بیچ کر تلوار خریدو (لوقا ۲۲/۳۶)

ب۔ "مَیں زمین پر آگ ڈالنے آیا ہوں۔ اور اگر آگ لگ چکی ہوتی تو مَیں کیا ہی خوش ہوتا۔ تم گمان کرتے ہو کہ مَیں صُلح کرانے آیا ہوں۔ مَیں کہتا ہوں کہ نہیں مَیں جُدائی کرانے۔ کیونکہ اب سے ایک گھر کے پانچ آدمی آپس میں مخالفت رکھیں گے۔ باپ بیٹے سے مخالفت رکھے گا۔ اور بیٹا باپ سے۔" (لوقا ۱۲/۵۲، ۵۳)

ج۔ "میرا وہی شاگرد ہو سکتا ہے جو اپنے ماں باپ۔ بیوی بچوں۔ بہنوں بھائیوں کا دشمن ہو"۔ (لوقا ۱۴/۲۶)

د۔ اور خود ہی کہتا ہے جس گھر میں پھوٹ پڑے وہ برباد ہو جاتا ہے (لوقا ۱۱/۱۷)

عیسائی:۔ خدا کے نبی جب آتے ہیں۔ کچھ لوگ اُن کی مخالفت کرتے ہیں۔ کچھ ایمان لے آتے ہیں۔ اس طرح تفریق پڑ جاتی ہے۔

احمدی:۔ خدا کے انبیاء کی آمد سے دو مخالف جماعتوں کا ہو جانا انبیاء کی آمد کی غرض نہیں قرار دی جا سکتی گو اس کو بعثت نبوت کے متعلق قرار دے دیا جائے۔ مثلاً ایک طالبعلم بی۔ اے کا امتحان دے اور اُس میں فیل ہو جائے۔ امتحان دینے سے اس کی غرض تو پاس ہونا تھی۔ مگر وہ خلافِ منشاء فیل ہو گیا۔ اب اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں لڑکے نے بی۔ اے کا امتحان اس لیے دیا تاکہ وہ فیل ہو جائے تو یہ خلافِ عقل ہو گا۔ اسی طرح یہ کہنا کہ فلاں نبی دُنیا میں اِس لیے آیا کہ تا دُنیا میں لڑائیاں ہونے لگ جائیں بالکل خلافِ عقل بات ہے۔

۸۔ شیطان کا ساتھی

قرآن مجید کہتا ہے اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا (النحل: ۱۲۹) کہ متقیوں کے ساتھ خدا تعالیٰ ہوتا

ہے اور انبیاء کے ساتھ تو بوجہ اُن کے اتقی الناس ہونے کے سب سے زیادہ۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بھی خدا تھا۔ مگر انجیل میں جو یسوع کی سوانح زندگی درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے ساتھ نہ تھا۔

۱۔ اُس کی ناکام زندگی۔

۲۔ اُس کا ایلی ایلی لما سبقتانی کہنا۔ (متی ۲۷/۴۶)

۳۔ شیطان کا اس کے ساتھ چالیس روز رہنا اور پھر کچھ عرصہ کے لئے اس سے جُدا ہونا (لوقا ۴/۱۳)

۹۔ جھوٹ بولنا

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء سب سے زیادہ سچے اور سچ بولنے والے اور راستباز ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی راست گو اور سعادت شعار انسان تھے مگر انجیل کا یسوع راست گو نہ تھا۔

۱۔ بھائیوں کو کہا کہ تم عید پر جاؤ۔ میں نہیں جاتا۔ مگر جب وہ چلے گئے تو اُن کے پیچھے پیچھے چھپ کر خود بھی چلا۔ یوحنا ۷/۱۰-۸

۲۔ یوحنا ۔۔۔۔ چاہو تو مانو۔ ایلیاہ جو آنیوالا تھا یہی ہے (متی ۱۱/۱۴،۱۳) مگر یوحنا کا انکار۔ (یوحنا ۱/۲۱)

۳۔ داؤد ۔۔۔۔ سردار کاہن ابیاتار کے عہد میں خدا کے گھر میں گیا اور نذر کی روٹیاں کھائیں (مرقس ۲/۲۶) حالانکہ وہ سردار ابیاتار نہیں بلکہ اخیملک تھا۔ (۱ سموئیل ۲۱/۱)

۱۰۔ غلط پیشگوئیاں

قرآن مجید کی آیت۔ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ۲۷،۲۸) کے مطابق انبیاء کی صداقت کا معیار اُنکی سچی پیشگوئیاں ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی سچے نبی ہونیکی وجہ سے اس میں داخل ہیں مگر انجیلی یسوع کی تمام پیشگوئیاں غلط نکلیں ① تم میں سے کئی زندہ ہونگے کہ میں آجاؤنگا۔ متی ۱۶/۲۸ و مرقس ۹/۱ ② شاگردوں کو کہا تم میرے ساتھ حکومت کروگے۔ متی ۱۹/۲۸ ③ ساتھ مصلوب ہونے والے چور کو کہا۔ تو میرے ساتھ آج ہی جنت فردوس میں ہوگا لوقا ۲۳/۴۳ مگر وفات کے تین دن بعد کہتا ہے کہ میں ابھی تک خدا کے پاس اوپر نہیں گیا۔ یوحنا ۲۰/۱۷ ④ پطرس کو جنت کی کنجیاں (متی ۱۶/۱۹) مگر پھر اس کو شیطان کہا متی ۱۶/۲۳۔ ⑤ ا۔ صرف یونس کا معجزہ اُن کو دیا جائیگا۔ متی ۱۲/۳۹۔ ب۔ یونس تین دن اور تین رات مچھلی کے پیٹ میں رہا (یوناہ ب۱ آخری آیت پرانی بائیبل) ج۔ یسوع صرف ایک ہی دن زمین میں رہا (لوقا ۲۴/۱ و متی ۲۸/۱) د۔ یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا مگر بقول عیسائیاں یسوع مر کر رہا۔

۱۱۔ ملعون

قرآن مجید نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ (مریم: ۳۲) کے الفاظ میں

مبارک قرار دیا ہے۔ مگر انجیلی یسوع بروئے انجیل لعنتی تھا۔

۱۔ ۱۔ مسیح لعنتی تھا۔ کیونکہ صلیب پر لٹکایا گیا۔ (گلیتوں ۳/۱۳)

ب۔ جو صلیب دیا جاتے وہ خدا کا ملعون ہے۔ (استثنا ۲۱/۲۳)

۲۔ پطرس کو کہا۔ جو تو زمین پر باندھیگا۔ آسمان پر وہی بندھیگا۔ (متی ۱۶/۱۹ و ۱۸/۱۸)

پطرس نے یسوع کو لعنت کی۔ (متی ۲۶/۷۴)

۱۲۔ مکذب انبیاء

قرآن مجید۔ مسیح تمام پہلے انبیاء کا مصدق تھا اور اپنے بعد بھی انبیاء کی آمد کا مبشر تھا۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ (الصف : ۷) مگر انجیلی یسوع تمام انبیاء کو چور اور ڈاکو کہتا تھا اور بعد میں آنیوالوں کو جھوٹا کہتا تھا:۔

"جتنے مجھ سے پہلے آئے سب چور اور ڈاکو ہیں" (یوحنا ۱۰/۸)

"اور بہت سے جھوٹے نبی اُٹھ کھڑے ہونگے۔" متی ۲۴/۱۱۔ پس قرآن کا مسیح، موجودہ انجیل والا یسوع نہیں ہوسکتا۔ فَافْهَمُوْا اَیُّهَا الْعَاقِلُوْنَ الطَّالِبُوْنَ لِلْحَقِّ!

شراب: (۱) یسوع نے سب سے پہلے جو معجزہ دکھایا وہ شراب بنانا تھا۔ (یوحنا ۲/۹،۷ و ۴/۴۶)

۲۔ پھر کہا نئی مے نئی مشکوں میں بھرنی چاہیئے۔ (لوقا ۵/۳۷)

۳۔ پولوس کہتا ہے:۔ "تھوڑی سی شراب پی لیا کر۔" (۱۔تیمتھیس ۵/۲۳)

بھائی اور بہنیں:۔ "اُس کے بھائی اس کے پاس آئے۔" (لوقا ۸/۱۹ و مرقس ۳/۳۱ و یوحنا ۷/۵)

"اُس کی بہنیں۔" (متی ۱۳/۵۵-۵۶)

دلائل فضیلتِ مسیح بمقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب

عیسائی پادری غیر احمدیوں کے عیسائیت نواز عقائد کو پیش کرکے مسلمانوں کو حلقۂ عیسائیت میں پھنساتے چلے جاتے ہیں اور اسی غرض سے ایک رسالہ بنام "حقائق قرآن" بھی انہوں نے شائع کر رکھا ہے۔ غیر احمدیوں کے عقائد پر تو بیشک اس رسالہ کے مندرجہ اعتراضات وارد ہو سکتے ہیں۔ مگر خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کے سامنے اُن مزعومہ دلائل کی کچھ حقیقت نہیں۔ چند چیدہ اعتراضات کے جوابات درج کئے جاتے ہیں:۔

دلیل ۱ — حضرت مسیح کا معجزانہ طور پر پیدا ہونا

الجواب:۔ بیشک قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے پیدا ہوئے اور ہمارا اس پر ایمان ہے مگر بغیر باپ کے پیدا ہونے والے کو باباپ کے پیدا ہونیوالے پر فضیلت دینا غلطی ہے قرآن مجید نے خود اس کا جواب دیا ہے: اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ (آل عمران : ۶۰) کہ عیسیٰ کی مثال آدم کی

ہے۔ اب آدمؑ تو بغیر ماں اور باپ کے پیدا ہوئے۔ عیسائی بھی آپکو مانتے ہیں پس اگر بغیر باپ کے پیدا ہونا فضیلت ہے تو بے ماں و باپ کے پیدا ہونا تو اس سے بھی بڑھ کر وجہ فضیلت ہونا چاہیئے۔ پھر عیسائی صاحبان کیوں آدمؑ کو حضرت عیسیٰ سے افضل نہیں مانتے؟ اسی طرح انجیل میں لکھا ہے: "ملک صدق۔۔۔۔ بے باپ، بے ماں بے نسب نامہ ہے۔۔۔۔ بلکہ خدا کے بیٹے کے مشابہ ٹھہرا"۔ (عبرانیوں ۷۔۳) کیا عیسائی صاحبان ملک صدق کو حضرت عیسیٰؑ سے افضل مانتے ہیں؟ اگر نہیں تو کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ بے باپ پیدا ہونا وجہ فضیلت نہیں۔ لہٰذا اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو افضل قرار دینا غلطی ہے۔

جواب ۲:۔ اگر بے باپ پیدا ہونا وجہ فضیلت ہے تو کیا ہم ان تمام کیڑوں مکوڑوں کو جو برسات کے دنوں میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں بے ماں اور بے باپ پیدا ہوتے ہیں تمام انسانوں سے افضل قرار دے سکتے ہیں؟

جواب ۳:۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے باپ ہونا کس طرح موجب فضیلت ہو سکتا ہے جبکہ ان کی ولادت سے لیکر آج تک ساڑھے اُنیس سو سال گزر جانے تک اُن پر اور انکی والدہ صدیقہ پر پے بہ پے کفار نابہنجار ناجائز ولادت کا الزام لگاتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمام عمر اسی اعتراض کا جواب دیتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلعم کو بذریعہ وحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بریت اَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ (البقرۃ ۸۸۔ ۲۵۴) کے الفاظ سے کرنی پڑی۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے متعلق کبھی کسی نے کوئی اعتراض کیا؟ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنہ زنی کا نشانہ بننا پڑا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بے باپ پیدا نہ ہونا بذاتِ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آپ کی فضیلت کو ثابت کرتا ہے۔

جواب ۴:۔ قرآن مجید کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے باپ پیدا کرنے میں کیا حکمت تھی۔ قرآن مجید میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے فرمایا: اِنِّیْ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا۔ قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ قَالَ لَا یَنَالُ عَھْدِی الظّٰلِمِیْنَ۔ (البقرۃ: ۱۲۵) کہ اے ابراہیم! تجھے لوگوں کا مقتدا۔ اور راہنما (نبی) بناتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے خدا! میری نسل میں بھی (نبوت رکھ)، تو خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ ہاں تیری نسل میں جو ظالم ہونگے وہ اس نعمت سے محروم کر دیئے جائینگے۔ دوسری جگہ فرمایا: وَجَعَلْنَا فِیْ ذُرِّیَّتِهِ النُّبُوَّةَ۔ (العنکبوت: ۲۸) کہ ہم نے حضرت ابراہیمؑ کی نسل میں نبوت رکھی۔ اب حضرت ابراہیمؑ کی اولاد کی دو شاخیں تھیں۔ بطریق ذیل:۔

حضرت ابراہیمؑ

حضرت اسمٰعیلؑ ۔ بنی اسماعیل (عرب)

حضرت اسحاق ۔ یعقوب اسرائیل ۔ بنی اسرائیل

چنانچہ حضرت اسحٰقؑ کی نسل سے (بنی اسرائیل میں) پے بہ پے نبی ہوتے۔ حضرت موسیٰؑ۔ داؤد و سلیمان۔ یحییٰ۔ زکریا علیہم السلام سب انبیاء بنی اسرائیل سے ہوئے۔ لیکن بالآخر بنی اسرائیل ظالم ہو گئے اور اُس وعدہ کے مستحق نہ رہے جو خدا تعالیٰ نے ابراہیمؑ سے کیا تھا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے پیدا کر کے بتا دیا کہ اب حضرت اسحٰقؑ کی نسل میں نبوت کا خاتمہ ہے۔ اب چونکہ بنی اسرائیل ظالم ہو گئے ہیں اسلئے خدا کے وعدہ کے

مطابق نبوت بنی اسمٰعیل کی طرف منتقل کر دی جائیگی۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ کے پیدا ہوئے ان کے بعد نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی جو بنی اسرائیل سے نہ تھے۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے محض اپنی قدرت معجزہ سے بغیر باپ کے پیدا کرکے یہودیوں کو ایک نمونہ سے سمجھایا کہ تم اس پاک مولود کو جس کی والدہ ہر طرح سے بدکاری کی آلائش سے پاک ہے ولد الزنا قرار دیتے ہو اور حالت یہ ہے کہ تم میں سے ہزاروں بچے بدکاری کے نتیجہ میں ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے باپوں کا پتہ نہیں اور ہم نے تمہاری عملی حالت کے اظہار کے لئے عملی نمونہ قائم کیا ہے۔ گو خدا تعالیٰ نے اس بچہ کو محض روح القدس کے وسیلہ سے بغیر باپ کے پیدا کیا مگر تم میں اب کوئی نہیں جو نبی کا باپ بن سکے۔ لہٰذا تم اس قابل نہیں رہے کہ تم کو اس عہد کے مطابق جو خدا تعالےٰ نے ابراہیم کے ساتھ کیا تھا نبوت کی نعمت سے مشرف کیا جائے۔ اس لئے اب وہ عظیم الشان نبی جو دس ہزار قدوسیوں کی جمعیت کے ساتھ اپنے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت کے کر آنیوالا تھا۔ مکہ کی بستی میں بنی اسمٰعیل کے گھرانے میں پیدا ہوگا اور تم سے نبوت چھین کر ان کو عنایت کی جائیگی تاکہ مسیح علیہ السلام کی یہ پیشگوئی پوری ہو کہ "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا اور تمہاری نظروں میں عجیب ہے"۔ (متی ۲۱/۴۲)

غرض یہ حکمت تھی جس کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے بے باپ پیدا کیا تاکہ یہودیوں کی عملی حالت پر گواہ رہے۔ پس اس کو وجہ فضیلت قرار دینا کسی صورت میں بھی قرینِ قیاس نہیں ہوسکتا۔ بنی اسرائیل کی زناکاری کے ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو حزقیل ۱۶/۱۲ و حزقیل ۲۳/۱ تا ۵ و ۲۳/۱۷ تا ۲۰ و یرمیاہ ۳/۹)

دلیل ۲ — <u>حضرت مسیح کی والدہ کا تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہونا</u>

الجواب:- قرآن مجید میں حضرت مریم کے متعلق اِصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران: ۴۳) تو بے شک آتا ہے مگر اس جگہ اَلْعٰلَمِیْنَ سے دُنیا میں قیامت تک پیدا ہونے والی عورتیں مراد لینا درست نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو قرآن مجید کے شارع اوّل بلکہ معلم اعظم اور یُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ (البقرۃ: ۱۳۰) کے مصداق ہیں۔ اس آیت کی تفسیر فرمائی ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی میں یہ روایت درج ہے فَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ جَعَلَکِ شَبِیْهَةَ سَیِّدَةِ نِسَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ۔ (بیضاوی تفسیر سورۃ آل عمران ع۴ زیر آیت اِنَّ اللّٰهَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت مریمؑ بنی اسرائیل کی عورتوں کی سردار تھیں۔ اب جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مریم صدیقہ کو سیّدۃ النساء بنی اسرائیل قرار دیا ہے۔ انکی آنحضرت صلعم کی والدہ پر فضیلت کیسے ثابت ہوئی؟

ہاں اتنا ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ کو سَیِّدَةُ نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ (بخاری کتاب المناقب باب مناقب فاطمہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ مطبع الٰہیہ مصر) سب جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا ہے۔ اب حضرت مریمؑ یقیناً نِسَآءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ میں سے ہیں۔ پس فاطمہؓ ان سے افضل ٹھہریں۔ اس سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت ہوئی۔ کیونکہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے افضل تھیں تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کمال کا کیا دخل؟ ہاں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

قوتِ قدسی کا کمال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر تربیت کے نتیجہ میں آپ کی بیٹی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ پر سبقت لے گئیں۔

قرآن مجید میں جہاں حضرت مریمؑ کے متعلق زیر بحث الفاظ آتے ہیں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور خبر یہ نہیں بتایا گیا کہ حضرت مریمؑ کو خدا تعالیٰ نے تمام جہاں کی عورتوں میں سے چُن لیا ہے تا یہ نتیجہ نکل سکے کہ گویا حضرت مریمؑ زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں سے بھی افضل ہیں۔ بلکہ قرآن مجید میں ذکر یہ ہے کہ فرشتے نے جب وہ حضرت مریمؑ کو ولادتِ مسیح کی خوشخبری دینے آیا۔ اس وقت اُن سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی سب عورتوں میں آپ کو چُنا ہے۔ پس اس آیت سے اتنا ہی ثابت ہو سکتا ہے کہ اس وقت جب فرشتے نے یہ کہا کہ جس قدر عورتیں موجود تھیں اُن میں سے حضرت مریمؑ کو ایک نبی کی ماں بننے کے لیے خدا تعالیٰ نے چُنا۔ بعد میں پیدا ہونے والی عورتوں کا نہ وہاں ذکر ہے اور نہ یہ مناسب تھا نیز حضرت مریمؑ کے متعلق قرآن مجید میں جو تعریفی الفاظ آئے ہیں۔ وہ یہودیوں کے بہتانات کی تردید کی غرض سے ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا (النساء : ۱۵۷) کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مطہرہ پر بھی کوئی الزام لگا ؟ تا اس سے براءت کی ضرورت ہوتی۔

دلیل نمبر ۳

مسیح کی پیدائش کے وقت خارق عادت امور وقوع میں آئے شلاً نخل خشک ہرا بھرا ہو کر پھل لایا۔ چشمہ جاری ہو گیا۔ مریمؑ کی تسکین کے لئے فرشتے نازل ہوئے۔

الجواب۔ مسیح کی پیدائش کے وقت کسی خارق العادت امر کے وقوع کا قرآن مجید میں ذکر نہیں۔ قرآن مجید میں کہیں نہیں لکھا کہ نخل خشک ہرا بھرا ہو گیا۔ بلکہ قرآن مجید سے تو ثابت ہے کہ وہ کھجور کا درخت پہلے ہی ہرا بھرا تھا۔ چشمہ کا جاری ہونا کوئی خارق عادت امر نہیں ہے۔ ہزاروں چشمے دُنیا میں جاری ہوتے ہیں۔ خارق عادت کے معنی تو یہ ہیں کہ ایسا واقعہ ظہور میں آئے جو کبھی دیکھا نہ گیا ہو۔ نیز حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ یعنی ہاجرہؓ زوجہ ابراہیم علیہ السلام کی سخت گھبراہٹ کے وقت چشمہ زمزم جاری ہوا جیسا ذکر (بخاری کتاب الانبیاء باب يَزِفُّونَ النَّسَلَانِ فِي الْمَشْيِ جلد ۲ صفحہ ۱۹۱ مصری) میں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ کو عرب میں چھوڑ جانا یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت کا ہی پیش خیمہ تھا۔ نیز قرآن مجید کی آیت فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَىٰ جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَا لَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَٰذَا وَكُنتُ نَسْيًا مَّنسِيًّا (مریم : ۲۴) یعنی حضرت مریم کو دردِ زِہ کھجور کے تنا کے پاس لے گئی اور حضرت مریم نے شدتِ درد سے چلا کر کہا کہ اے کاش! میں اس سے پہلے ہی مر چکی ہوتی اور دُنیا سے بے نام ہو چکی ہوتی۔ صاف طور پر بتلا رہا ہے کہ حضرت مسیح کی ولادت کے وقت کوئی خارق عادت امر واقع نہیں ہوا۔ خارق عادت امر تو جب ہوتا۔ اگر حضرت مریم کو اس تکلیف اور شدت سے درد و کرب نہ ہوتا۔

نیز ایک بچہ جننے والی عورت کو هُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ (مریم : ۲۶) کہنا کہ خود

کھجور کا تنا ہلا اور جو کھجوریں نیچے گریں اُن کو کھا لے، جہاں اُس کی قابلِ رحم حالت کا نقشہ کھینچ دیتا ہے وہاں اس بات کی مزید تائید بھی کرتا ہے کہ کوئی خارق عادت امر اس موقع پر ظہور میں نہیں آیا۔ بھلا جو فرشتہ تسکین دینے آیا تھا وہ کھجور کے درخت سے کھجوریں اُتار کر بھی دے سکتا تھا۔ پھر حضرت مریمؑ کو زچگی کی حالت میں کھجور کے تنے کو ہلانے کی تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی؟

پس اِن آیات سے کہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ بھلا حضرت مریمؑ بےچاری تو اپنے مخصوص حالات کی بنا پر جب قوم کی طرف سے منقطع ہو جانے پر مجبور ہو چکی تھیں اور کوئی انسان ان کی تسکین کے لیئے وہاں موجود نہ تھا۔ نہ کوئی دائی تھی نہ عورت۔ ایسے موقع پر اگر خدا تعالیٰ نے اس پاک عورت کو آواز دے کھجور کا تنا ہلا کر کھجوریں کھانے کی ہدایت فرمائی تو ایک لابدی امر کیا۔

مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت ایسے حالات میں نہ ہوئی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے لئے کوئی امر اپنی قوم کی نظروں میں استحقار سے دیکھے جانے کے قابل ہو۔ ہاں آپ کی جدّہ حضرت ہاجرہؓ جب کہ وہ بےکس و بےبس تھیں۔ اور کوئی انسان اُن کی تسکین کے لئے وہاں موجود نہ تھا۔ وہاں بھی فرشتہ نازل ہوا (بخاری کتاب الانبیآء باب یزفون النسلان فی المشی جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ مصری) مزید برآں مریمؑ کے متعلق جس قدر قرآن مجید میں الفاظ ہیں بطور "ذَبّ" کے ہیں نہ کہ بطور مدح۔ لہٰذا اُن کی فضیلت ثابت نہیں ہو سکتی۔

دلیل نمبر ۴

مسیح کا تکلّم فی المہد و ایتاء کتاب و نبوّت بزمانۂ شیر خوارگی

الجواب:۔ قرآن مجید میں حضرت مسیح علیہ السلام کا نہ صرف تکلّم فی المہد بلکہ تکلّم فی الکہل بھی مذکور ہے۔ یعنی فرشتے نے حضرت مریمؑ کو کہا کہ تیرا بیٹا مہد (چھوٹی عمر) میں بھی کلام کرے گا اور کہل (چالیس سال کی عمر) میں بھی۔ اب اگر مہد کے معنے گہوارے کر اس کو معجزہ قرار دیا جاتے تو کہل (یعنی چالیس سال کی عمر) میں کیا سب لوگ باتیں نہیں کرتے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہوئی؟

اصل بات یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملتی ہے۔ باتیں چالیس سال کی عمر میں سب ہی انسان کرتے ہیں۔ مگر نبی چالیس سال کی عمر میں نبوت کی باتیں کرتا ہے۔ جو اس کو دوسرے لوگوں سے ممیّز کرتی ہیں۔ پس تکلّم فی المہد (بچپن کی عمر میں باتیں کرنے کا) مطلب یہ ہوگا کہ بچپن میں باتیں تو سب بچے کرتے ہیں۔ مگر خدا کے نبی بچپن ہی سے عقل کی باتیں کرتے ہیں۔

ع ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات

چنانچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے متعلق اسی سورۃ مریم میں ہے وَاٰتَیْنٰهُ الْحُکْمَ صَبِیًّا (مریم: ۱۳) کہ ہم نے اس کو بچپن ہی کی عمر میں دانائی دی۔ یعنی وہ بچپن ہی میں دانائی کی باتیں کرتے تھے چنانچہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان لوگوں کی جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا زمانہ دیکھا شہادت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچپن ہی میں عام بچوں سے بہت ممیّز تھے اور لغویات میں حصّہ نہ لیتے تھے اور لغو کھیل کود کی طرف خیال نہ

تھا جیسا کہ عام بچوں کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ورقہ بن نوفل نے آپ کی دانائی کی باتوں سے معلوم کر لیا کہ آپ بڑے ہو کر انبیاء کا سردار بنیں گے۔ (بخاری باب کیف بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

باقی رہا یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچپن ہی میں نبوت اور کتاب مل گئی تھی یہ قرآن سے ثابت نہیں۔ سورۃ آل عمران نکال کر دیکھئے۔ وہاں فرشتہ حضرت مریمؑ کے پاس آ کر خوشخبری دے رہا ہے کہ تیرے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا اور یہ امر خدا کی قدرت کاملہ کے آگے ناممکن نہیں۔ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْإِنْجِيلَ وَرَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنِّي قَدْ جِئْتُكُمْ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ (آل عمران ۴۹، ۵۰) کہ وہ بچہ جو پیدا ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ کتاب سکھائیگا۔ پھر حکمت سکھائیگا۔ پھر تورات کا سبق پھر اس کے بعد انجیل اور وہ ہوگا بنی اسرائیل کی طرف رسول۔ یہ کہ میں آیا ہوں خدا کی طرف سے نشان لے کر یعنی حضرت مسیحؑ کا اپنا کلام شروع ہو جاتا ہے۔ فرشتہ نے قبل از وقتِ ولادت پیشگوئی کو بیان کرتے کرتے بغیر کسی وقفہ کا ذکر کرنے کے اس پیدا ہونے والے کا اپنا کلام ذکر فرما دیا ہے۔ پیدائش کا ذکر بھی نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ قرآن مجید صرف ضروری باتوں کا ذکر ضروری جگہ پر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ اتنے بڑے وقفہ کا ذکر نہیں کیا اور اسلوب بیان اور بیان پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ کلام اُس زمانہ کا ہے جب آپ نبوت کی عمر کو پہنچ کر نبی بن چکے تھے اور معجزات دکھاتے تھے۔ بچپن کا آیات مذکورہ میں کہیں ذکر نہیں۔ سورۃ مریم میں مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا (مریم ۳۰) کا مطلب یہ ہے کہ جو ابھی کل کا بچہ ہے اس کے ساتھ ہم کیسے گفتگو کریں۔ یہ تو ہمارے ہاتھوں میں پلا ہے۔ جیسا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا أَلَمْ نُرَبِّكَ فِينَا وَلِيدًا (الشعراء ۱۹) کہ کیا تُو بچپن کی حالت سے میرے ہاتھوں میں نہیں پلا؟ آج تُو مجھے ہی نصیحتیں کرنے آگیا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی یہودی عمائد حضرت مریمؑ کو جواب دیتے ہیں۔ "كَانَ" ہمارے معنوں کی تائید کرتا ہے، فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا (مریم ۲۸) کی "ف" سے یہ نتیجہ نکالنا کہ یہ ولادت کے معاً بعد کا واقعہ ہے درست نہیں۔ عربی زبان میں "فا" نتیجہ کے لئے بھی آتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ بچہ جو رَسُولًا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ (آل عمران ۵۰) بننے والا تھا۔ جب بڑا ہو گیا تو اُن کی ماں اُن کو ساتھ لے کر بنی اسرائیل کی طرف آئیں۔ تاکہ وہ اُن کو تبلیغ حق کریں جو اُن کی پیدائش کا مقصد تھا۔ چنانچہ اسی رکوع میں ہے فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا (مریم ۲۳) پس حضرت مریم حاملہ ہو گئیں اور ایک دُور کے مکان میں چلی گئیں پس دردِ زہ ان کو کھجور کے تنے کی طرف لے گئی۔ اب حمل کے بعد ہی دردِ زہ کا ذکر ہے اور فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ پر "ف" استعمال ہوئی ہے۔ کیا اِس کا مطلب یہ ہے کہ حمل ہوتے ہی دردِ زہ شروع ہو گیا؟ پس "ف" سے معاً بعد لینا درست نہیں۔

۲۔ قرآن مجید سورۃ آل عمران کی آیت اوپر نقل کر آیا ہوں کہ فرشتہ نے آ کر مریمؑ کو بتایا کہ حضرت مسیحؑ کو پہلے علم کتاب عطا ہوگا پھر علم حکمت، پھر علم تورات اور اس کے بعد ان کو اپنی کتاب (انجیل) عطا ہوگی۔ اور یہی اللہ تعالیٰ کا باقی سب انبیاء کے ساتھ دستور ہے۔ یعنی پہلے ان کو فہم کتاب عطا ہوتا ہے۔ پھر انہیں کتاب ملتی ہے۔

پھر قرآن مجید میں ہے، إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَ......... عِيسَىٰ (النساء ۱۶۴) یعنی اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ہم نے آپ پر اُسی طرح وحی نازل کی ہے جس طرح نوح

علیہ السلام اور دیگر انبیاء حضرت عیسیٰ و ایوب وغیرہم علیہم السلام پر وحی نازل کی تھی۔ اب قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اسی طرح وحی کا نزول بیان فرماتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ہوا۔ اور اس میں کسی قسم کا فرق قرار نہیں دیتا۔ نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی خصوصیت بیان فرماتا ہے بلکہ باقی انبیاء کے ساتھ ان کا بھی ذکر کر دیتا ہے۔
اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کو تو چالیس برس کے قریب حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (الاحقاف: ۱۶) کے ماتحت نبوت عطا ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اس میں شامل ہیں۔ چنانچہ انجیل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ۳۱ برس کی عمر میں منادی شروع کی۔ "جب یسوع خود تعلیم دینے لگا تو برس تیس ایک کا تھا۔"
(لوقا ۳/۲۳)

دلیل نمبر ۵

از روئے قرآن عیاں ہے کہ جس وقت مسیح کے دشمنوں نے آپ کو پکڑنا چاہا تو آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور اُسے آسمان پر اُٹھا لے گئے، لیکن حضرت محمد صاحب کو بچانے کے لئے کوئی فرشتہ نازل نہ ہوا؟

الجواب:۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں کہیں نہیں لکھا کہ حضرت مسیح کو خدا کا کوئی فرشتہ آسمان پر اُٹھا کر لے گیا۔ قرآن مجید کی تیس آیات سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ کی آیت بے شک موجود ہے۔ مگر رفع کا ترجمہ آسمان پر اُٹھا لینا قطعاً غلط ہے۔ قرآن مجید میں ہے یَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔ (المجادلۃ: ۱۲) کہ خدا تعالیٰ رفع کرتا ہے تمام ایمان والوں کا اور ان لوگوں کا جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے علم عطا ہوا ہو۔ کن معنوں میں؟ فرمایا، دَرَجٰتٍ یعنی مقامات اور درجات بلند کرنے کے معنوں میں۔ اس سے آسمان پر اُٹھانا مراد نہیں ہوتا۔

اسی طرح حدیث میں بھی ہے۔ اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَآءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۵) کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے آگے گر جائے اور انکساری اختیار کرے تو خدا تعالیٰ اس کا ساتویں آسمان پر رفع کرتا ہے۔ اب اس حدیث میں ساتویں آسمان کا بھی لفظ ہے مگر پھر بھی اس کے معنے آسمان پر اُٹھانے کے نہیں بلکہ درجات کے بلند ہونے کے لئے جاتے ہیں۔ مگر قرآن مجید میں جو لفظ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق آئے ہیں بل رفعه الله (النسآء: ۱۵۹) ان میں تو آسمان کا نام بھی نہیں۔

اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔ وَاذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّا وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا (مریم: ۵۸) کہ حضرت ادریسؑ سچے نبی تھے اور ہم نے ان کا بلند مکان پر رفع کیا۔ اب حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق بھی رفع کا لفظ استعمال ہوا ہے اور مَكَانًا عَلِیًّا بھی۔ کیا وہ بھی آسمان پر زندہ ہیں؟

۲۔ قرآن مجید میں لکھا ہے: یٰعِیْسٰۤی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ (اٰل عمران: ۵۶) خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا تھا کہ اے عیسیٰ! پہلے تجھ کو وفات دُوں گا پھر تیرا رفع کرونگا۔ بل رفعه الله نے بتایا کہ اُن کا رفع ہو چکا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ اُن کی وفات بھی ہو چکی ہے کیونکہ رفع سے پہلے وفات کا وعدہ ہے اور متوفیک کے معنے وفات دینے ہی کے ہیں جیسا کہ بخاری میں لکھا ہے۔ قَالَ ابْنُ

عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْكَ مُمِيْتُكَ (بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ مائدہ جلد ۳ صفحہ ۱۶۵ مصری) کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ متوفیک کے معنے موت دینے ہی کے ہیں ؎

ابن مریم مر گیا حق کی قسم   داخل جنت ہوا وہ محترم
مارتا ہے اس کو فرقاں سربسر   اُس کے مر جانے کی دیتا ہے خبر (درثمین اردو)

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے۔ کیونکہ نہ صرف یہ کہ ان کی طبعی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔ بلکہ اُن کی تعلیم بھی مر گئی۔ اُن کی تعلیم کے ثمرات مٹ گئے۔ مگر ہمارا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہے۔ اس کی تعلیم زندہ ہے۔ اس کے فیوض رُوحانیہ کی نہر اب بھی جاری ہے اور اس کی اطاعت اور فرمانبرداری انسان کو اعلیٰ ترین مقامات پر پہنچا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ کے مامور حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے فرمایا ؎

قَدْ مَاتَ عِیْسٰی مُطْرِقًا وَّنَبِیُّنَا   حَیٌّ وَّرَبِّیْ اِنَّهٗ وَافَانِیْ

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے، لیکن ہمارا نبی زندہ ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس کے فیوض کو خود تجربہ کیا ہے (تفصیل کے لیے دیکھو مضمون دربارہ وفات مسیح علیہ السلام صفحہ ۱)۔

دلیل نمبر ۶

مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا اہل اسلام نے از روئے قرآن تسلیم کیا ہے؟

الجواب ————— قرآن نے جن معنوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مُردہ زندہ کرنے کا محاورہ بولا ہے انہی معنوں میں آنحضرت صلعم کے متعلق بھی تو مُردے زندہ کرنے کا ذکر فرمادیا ہے: يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ۔ (الانفال: ۲۵) اے مومنو! اللہ اور رسول کا کہا مانو جب وہ تم کو بلائے تاکہ تم کو زندہ کرے۔ اب یہی لفظ اُحْیِیْ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق استعمال ہوا ہے اور یہی یُحْیِیْ آنحضرت صلعم کے متعلق۔ یہ ہمارے علماء کی بدقسمتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیئے تو جسمانی مُردے زندہ کرنا مراد لیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رُوحانی مُردے۔

۲۔ پھر قرآن میں موتٰی (یعنی مُردوں) کا مفہوم بیان کر دیا ہے فرمایا۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (الروم ۵۳) کہ تُو مُردوں کو نہیں سُنا سکتا۔ اس کے متعلق حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی اپنے ترجمۂ قرآن میں لکھتے ہیں: "غرض یہ ہے کہ کافر مُردے اور بہرے ہیں۔ اُن میں سُننے اور سمجھنے کی صلاحیت نہیں اور نہ سُننا چاہتے ہیں"۔

(ترجمۃ القرآن صفحہ ۲۵۵ حاشیہ از حافظ نذیر احمد صاحب دہلوی)

۳۔ "تلخیص المفتاح" صفحہ ۶ میں جو عربی بلاغت کی کتاب ہے لکھا ہے:۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ ضَالًّا فَهَدَيْنٰهُ (صفحہ ۶) یعنی وہ شخص جو مُردہ تھا ہم نے اُسے زندہ کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ گمراہ تھا ہم نے اُسے ہدایت دی۔

پس ثابت ہوا کہ بلغاء کے نزدیک احیاء و موتٰی کے معنے گمراہوں کو ہدایت دینا ہے اور یہی کام خدا کے انبیاء علیہم السلام کا ہے۔

۴- انجیل میں بھی یہ محاورہ استعمال ہوا ہے۔

ا۔ "اور اُس (یسوع) نے تمہیں بھی زندہ کیا ہے جب اپنے قصوروں اور گناہوں کے سبب مُردہ تھے۔" (افسیوں ۲/۱)

ب۔ "جب قصوروں کے سبب مُردہ ہی تھے تو ہم کو مسیح کے ساتھ زندہ کیا۔" (افسیوں ۲/۵)

ج۔ پولوس رسول کہتا ہے۔ "اے میرے بھائیو! مجھے اُس فخر کی قسم جو ہمارے خداوند یسوع مسیح میں تم پر ہے میں ہر روز مرتا ہوں۔" (۱-کرنتھیوں ۱۵/۳۱)

ہاں ہم مانتے ہیں کہ حضرت مسیح نے بارہ مُردے زندہ کئے۔ یہوداہ اسکریوطی وغیرہ۔ مگر ان کی زندگی کیسی تھی؟ اس کے لیے جس کو ضرورت ہو وہ انجیل کا مطالعہ کرے مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے مُردے زندہ کئے جن پر پھر موت نہیں آئی۔ ابوبکر و عمر و عثمان و علی رضی اللہ عنہم وہ مُردے تھے جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ کیا اور ایک وہ بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت فرمانبرداری کے طفیل نبوت کے مقام پر سرفراز کیا گیا۔

دلیل نمبر ۷

صفتِ خلق حقیقی بھی خاصۂ رب العالمین ہے اور یہ وصف بھی صرف حضرت مسیحؑ میں پایا جاتا تھا۔

الجواب:- یہ بالکل درست ہے کہ صفتِ خلقِ حقیقی خاصۂ رب العٰلمین ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں صفتِ خالقیت نہ تھی۔ خدا کے انبیاء ایسے وقت میں آتے ہیں جبکہ لوگ زمین کی طرف جھک چکے ہوتے ہیں اور دُنیا ہی دُنیا انکی نظروں میں ہوتی ہے۔ انبیاء کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو زمینی مٹی میں مل کر مٹی ہو چکے ہوتے ہیں۔ بلندی کی طرف رفعت و منزلت کی طرف پرواز کرجانا چاہتے ہیں اور وہ اُن میں رُوحانیت اور للّٰہیت کی ایسی رُوح پھونک دیتے ہیں کہ وہی زمینی لوگ پرندوں کی طرح اُڑ کر آسمانی انسان بن جاتے ہیں۔ پھر وہ اس شعر کے مصداق ہوتے ہیں ؎

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں   آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

یہی معنی ہیں اس آیت کے: اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ (آل عمران: ۵۰) اَخْلُقُ کے معنے "پیدا کرتا ہوں" کرنا قطعاً درست نہیں۔ کیونکہ خلق کے معنے پیدا کرنے، کسی چیز کی ابتداء کرنے اور تجویز کرنے کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر اوّل الذکر معنوں میں یعنی "پیدا کرنے کے" معنوں میں سوائے خدا تعالیٰ کے یہ لفظ اور کسی کے لیے نہیں بولا جاتا۔ جیسا کہ مفرداتِ راغب جو عربی لغت کی معتبر کتاب ہے لکھا ہے۔ پس اس جگہ اَخْلُقُ لَکُمْ کے معنے ہونگے میں تمہارے فائدہ کے لیے تجویز کرتا ہوں۔ چنانچہ کتاب الشعراوالشعراء، ابن قتیبہ کے صفحہ ۲۹ پر مشہور عربی شاعر کعب بن زہیر بن سلمیٰ کا یہ قول درج ہے:-

لَاَنْتَ تَفْرِیْ مَاخَلَقْتَ وَبَعْضُ   الْقَوْمِ یَخْلُقُ ثُمَّ لَایَفْرِیْ

اور لانت تفری ماخلقت کا ترجمہ ما قَدَّرْتَ لکھا ہے۔ اسی طرح تفسیر بیضاوی تفسیر سورۃ آل عمران زیر آیت اخلق لکم میں لکھا ہے اَخْلُقُ لَکُمْ اُقَدِّرُ لَکُمْ۔ پس اس آیت کے وہی معنے درست ہیں جو ہم

نے کہے۔ قرآن مجید صاف لفظوں میں فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ۭ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَـيْـــًٔـا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ (الحج: ۷۴) جن لوگوں کو خُدا کے سوا تم پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے خواہ وہ سب جمع ہو کر بھی بنانے کی کوشش کریں۔ یہاں تک کہ اگر مکھی اُن کی کوئی چیز اُٹھا کر لے جائے تو وہ اُس کو اُس سے بھی نہ چھڑا سکیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انہی معبودانِ باطلہ میں سے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ۔ پس قرآن مجید تو یہ کہتا ہے کہ حضرت مسیح ایک مکھی بھی نہ بنا سکتے تھے چہ جائیکہ اُن کے متعلق چمگادڑیں اور پرندے بنانے کا اِدّعا کیا جائے۔ ایسا دعویٰ کرنے والوں کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھنی چاہیئے: اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الرعد: ۱۷) کہ اِن لوگوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں (جن کے متعلق کہتے ہیں) کہ انہوں نے بھی اُس کی طرح پیدا کیا اور پھر اُن کی پیدائش کی ہوئی چیزیں خدا کی بنائی ہوئی چیزوں کے ساتھ مل جُل گئیں۔ ان کو کہدو کہ صرف اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور اس کے سوا اور کوئی پیدا کرنے والا نہیں ہے۔

پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہ کہنا کہ اَخْلُقُ لَكُمْ (آل عمران: ۵۰) والی آیت میں لفظ خلق انہی معنوں میں استعمال ہوا ہے جن معنوں میں خدا تعالیٰ کے لئے بالبداہت باطل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کے پاس اُس وقت آئے جبکہ وہ دُنیا داری میں پھنس کر مٹی ہو چکے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چاہا کہ وہ پرندوں کی طرح خدا کی طرف اُڑنے لگ جائیں۔ پھر اُن میں رُوحانیت کی رُوح پھُونکی جس سے وہ خدا کی طرف اُڑنے لگ گئے۔ یہی معنے اس آیت کے ہیں: اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ (فاطر: ۱۱) کہ خدا ہی کی طرف اوپر چڑھتے ہیں پاک کلمات اور نیک کام وہ ان کو بلند کرتا ہے۔ ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پطرس اور یہوداہ اسکریوطی جیسے پرندے بنائے۔ جو اُڑے اور اُڑ کر پھر زمین پر گر پڑے۔ مگر خدا کے برگزیدہ رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر، عمر، عثمان و علی رضی اللہ عنہم جیسے پرندے بنائے جنہوں نے فضائے رُوحانیت کی لا انتہا بلندیوں کی طرف پرواز کی۔ دنیوی نگاہوں نے اپنی پستی سے اُن کی بلندی کو ناپنا چاہا۔ مگر نگاہیں ناکام واپس آئیں۔ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا بنایا ہوا ایک پرندہ (مسیح موعود) اس بلندی پر پہنچا۔ کہ خدا تعالیٰ نے اُس کے متعلق اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃٍ لَا یَعْلَمُهَا الْخَلْقُ (تذکرہ ایڈیشن سوم الشرکۃ الاسلامیہ ص ۱۰۳ الہام ۱۸۸۳ء) کا ارشاد فرمایا۔

دلیل نمبر ۸

اندھوں کو بینائی بخشنا اور بہروں کو شنوائی عطا کرنا اور کوڑھی کو شفا بخشنا بھی قرآن نے مسیح کے اقتداری نشانات و معجزات تسلیم کئے ہیں۔ کیا آنحضرتؐ نے بھی کوئی ایسا معجزہ دکھایا؟

الجواب: قرآن مجید میں اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ (آل عمران: ۵۰) آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے میں بری کرتا ہوں اندھے اور کوڑھے کو۔ اُبْرِئُ مضارع واحد متکلم کا صیغہ ہے جس کا ترجمہ یہ ہے

کہ میں بری کرتا ہوں"۔ اُبْرِئُ کا لفظ نہیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ میں شفا دیتا ہوں"۔ آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اندھوں اور کوڑھیوں پر کوئی قید تھی جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اُن کو بری کیا۔

یاد رہے کہ تورات میں یہ لکھا ہوا تھا کہ اندھے، کوڑھے، لنگڑے ہیکل میں داخل نہ ہوں کیونکہ وہ ناپاک ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آکر ان کی اِس قید کو ہٹا دیا۔ ملاحظہ ہو تورات :۔

"کیونکہ وہ مرد جس میں کچھ عیب ہے نزدیک نہ آتے جیسے اندھا یا لنگڑا ۔۔۔۔ یا وادگھی بھرا ۔۔۔ وہ عیب دار ہے ۔۔۔۔۔ وہ اپنا کھاتے ۔ مگر پردے کے اندر داخل نہ ہو۔ میرے مقدس کو بے حرمت نہ کرے"۔ (احبار $\frac{۲۱}{۱۸-۲۳}$) "پھر خداوند نے موسیٰ کو مخاطب کرکے فرمایا بنی اسرائیل کو حکم کر کہ ہر ایک مبروص اور جریان والا اور جو مُردہ کے سبب ناپاک ہے۔ انکو خیمہ گاہ سے باہر کر دیں۔ کیا مرد اور کیا عورت دونوں کو نکال دو کہ اپنی خیمہ گاہوں کو جن میں مَیں رہتا ہوں ناپاک نہ کریں"۔ (گنتی $\frac{۵}{۱ تا ۳}$) پس یہ وہ قید تھی جس سے مسیح نے ان کو بری کیا۔ ہاں خدا کے انبیاء رُوحانی اندھوں کو بصارت و بصیرت عطا کرتے آتے ہیں۔ اندھا وہ ہے جو خدا کے انبیاء کی صداقت کو شناخت نہیں کرتا۔ فرمایا مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى (بنی اسرآئیل : ۷۲) کہ جو یہاں اندھا ہے وہ اگلے جہان میں بھی اندھا ہے۔ قرآنِ مجید نے اپنی تمام آیات کو مُبْصِرَةً " (بینائی بخشنے والا) قرار دیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیشک پطرس یوحنا۔ یہوداہ جیسے اندھوں اور کوڑھیوں کو بینائی دی اور کام کرنے کے قابل بنایا۔ مگر اُن کی یہ بینائی اور قوت عارضی تھی۔ مسیح کے گرفتار ہوتے ہی اُن کی یہ سب طاقتیں مسلوب ہو گئیں۔ مگر ہمارے نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اندھوں کو آنکھیں دیں اور کوڑھیوں کو کام کرنے والا بنایا کہ جو شخص ان سے وابستہ ہوا۔ اُس نے بھی بینائی پائی۔

دلیل نمبر ۹

قرآن میں بھی یہ لکھا ہے کہ لوگ اپنے گھروں میں جو کچھ کرتے اور کھاتے پیتے تھے حضرت مسیح ان کو وہ سب کچھ بتا دیتے تھے۔

الجواب :۔ قرآن میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت مسیح لوگوں کو یہ بتایا کہتے تھے کہ آج تم گوشت کھا کر آئے ہو۔ اور تم دال۔ بلکہ آیت یُوں ہے وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ (آل عمران ۵۰) کہ مَیں تم کو بتاتا ہوں (احکام) اُن چیزوں کے متعلق جو تم کھاتے ہو اور جو تم اپنے گھروں میں ذخیرہ رکھتے ہو یعنی جمع وخرچ کے احکام بیان کرتا ہوں۔ جیسا کہ آنحضرت صلعم نے بھی کیا كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ (الاعراف : ۳۲) کہ کھاؤ پیو مگر اسراف نہ کرو۔ ورنہ یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ " یہ بتا دیا کرتے تھے کہ آج زید سبزی کھا کر آیا ہے اور بکر کدو اور عمر نے اپنے گھر میں مکئی اور باجرہ جمع کر رکھا ہے۔ مضحکہ خیز ہے۔

***

دلیل نمبر ۱۰

قرآن میں تمام انبیاء کے گناہوں کا ذکر ہے خصوصاً حضرت محمد صلعم کو حکم ملتا ہے کہ اپنے گناہوں کی معافی مانگ ہم نے تجھے گمراہ پایا اور ہدایت کی۔

الجواب: سائل نے دو آیات پیش کی ہیں (۱) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (محمد: ۲۰) (۲) وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (الضحیٰ: ۸) پہلی آیت کا جواب:۔ ذَنب کا لفظ آنحضرت صلعم کے لئے قرآن میں پانچ مرتبہ آیا ہے اور پانچوں مرتبہ جنگ اور فتوحات کے ذکر کے بعد ہی آیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا (النساء: ۱۰۶)۔ سورۃ مومن: ۸ میں پہلے نصرت کا ذکر ہے بعد میں استغفار کا۔ سورۃ محمد: ۲۰ میں بھی جنگ کے ذکر کے ساتھ۔ اسی طرح سورۃ نصر میں بھی فتوحات کے ذکر کے ساتھ استغفار کا حکم ہے۔ سورۃ فتح میں بھی اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا (الفتح: ۲) کے بعد استغفار کرنے کا حکم ہے۔ پس معلوم ہوا کہ استغفار اور ذنب کا فتوحات اور نصرتِ الٰہی کے ساتھ گہرا واسطہ ہے۔ خدا تعالےٰ کی نصرت کبھی گنہگاروں اور بدکاروں کو نہیں ملا کرتی۔

ع کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

پھر ذنب کے ساتھ فتوحات اور نصرت کا کیا جوڑ؟ نیز یہ کہنا کہ اے نبی! تو اپنے اور مومنوں کے لئے استغفار کر، صاف طور پر بتا رہا ہے کہ اس آیت میں ذنب کے معنی اِثْمٌ یعنی گناہ نہیں۔ بلکہ بشری کمزوری کے ہیں۔ قرآن مجید میں آنحضرت صلعم کے لیے اثم کا لفظ نہیں بلکہ ذنب کا لفظ ہے جس کے معنی بشری کمزوری کے ہیں۔ قرآن میں آنحضرت صلعم کے متعلق لکھا ہے کہ حضورؐ پاک اور بے لوث انسان تھے۔ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (القلم: ۵) کہ اے نبی! تو اخلاق کے بلند ترین مقام پر فائز ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی، کہ اے خدا اسمٰعیلؑ کی نسل میں سے ایک ایسا عظیم الشان نبی پیدا کر جو يُزَكِّيْهِمْ (البقرۃ: ۱۳۰) کا مصداق ہو یعنی ان کو پاک کرے۔ قرآن مجید آنحضرت صلعم کے متعلق فرماتا ہے يُزَكِّيْهِمْ کہ آنحضرت صلعم تمام مسلمانوں کو پاک بناتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ (عبس: ۱۷) کہ یہ مومن جن کے ہاتھ میں خدا تعالیٰ نے قرآن دیا ہے نہایت ہی پاک لوگ ہیں۔ گویا آنحضرت صلعم نے ان لوگوں کو پاک بنا بھی دیا پس ایسے عظیم الشان انسان کے متعلق یہ کہنا کہ وہ خود گنہگار تھا سراسر بے انصافی ہے پس ذنب کے معنے یہی ہیں کہ چونکہ نبی عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اس لیے فتوحات اور لڑائیوں کے بعد بعض دفعہ محض بشریت کی وجہ سے بعض ایسے فیصلے سرزد ہو جاتے ہیں جن سے موجود لوگ تو مستفید ہو جائیں۔ مگر بعد میں آنے والے لوگ جو بوقتِ فیصلہ موجود نہیں ہوتے نقصان اٹھائیں۔ خدا تعالےٰ نے فرمایا کہ اے نبی! تو ایسی بشری کمزوریوں کے غلط نتائج سے بچنے کے لئے خدا تعالیٰ سے استغفار کر لے۔ یعنی یہ دعا کرے۔ کہ اس کمی کو خدا تعالیٰ پورا کر دے کیونکہ وہ عالم الغیب ہے تاکہ نبوت کے عظیم الشان مقصد میں کوئی امر روک نہ ہو۔

ذَنَبَ ذَنْبًا کے معنے لغت میں پیچھے آنے کے بھی ہیں۔ اگر ان معنوں کو مدِّنظر رکھا جائے تو آیت کا

مطلب یہ ہوگا کہ اے نبی! تو اپنے متبعین اور آئندہ آنے والے مومنین کے لیے مغفرت کی دُعا کر و بس۔

دوسری آیت کا جواب :- ضَالّ بمعنی گمراہ نہیں بلکہ ضالّ بمعنی متلاشی ہے۔ جیسا کہ سورۃ یُوسف کی آیت اِنَّکَ لَفِیْ ضَلٰلِکَ الْقَدِیْمِ (یوسف : ۹۶) میں۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تجھ کو دُنیا کے لیے ہدایت کا متلاشی پایا اور تجھ کو ہدایت عطا کی۔ دوسرا قرینہ اس سورۃ (الضحیٰ) کی ترتیب ہے اس میں وَجَدَکَ ضَآلًّا فَهَدٰی (الضحیٰ : ۸) کے نتیجے میں اس کے بالمقابل وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ (الضحیٰ : ۱۱) یعنی اے نبی! تُو ضالّ تھا ہم نے تجھ کو ہدایت عطا کی۔ پس تُو بھی کسی سائل کو مت ڈانٹ۔ اس آیت کی بناوٹ ہی بتا رہی ہے کہ یہاں ضَآلًّا کے معنے سائل اور متلاشی کے ہیں۔ ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صاف طور پر قرآن میں آیا ہے مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی (النجم : ۳) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ کبھی گمراہ ہوئے اور نہ راہ راست سے بھٹکے۔ باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گناہ! ہم تو سب انبیاء کو گناہ سے پاک مانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ جن کے متعلق خدا تعالیٰ نے ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی (النجم : ۹، ۱۰) فرمایا۔

دلیل نمبر ۱۱

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور قربِ قیامت میں فتنۂ دجّال کو فرو کرنے کیلئے آئینگے۔

الجواب :- حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کا زندہ آسمان پر ہونا قرآن اور احادیثِ صحیحہ سے ثابت نہیں۔ جیسا کہ سوال نمبر ۵ کے جواب میں بیان ہوا۔ اور جس شخص کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ آخری زمانہ میں فتنۂ دجّال کو فرو کرنے کے لیے مبعوث ہوگا۔ اُس نے اسی اُمّتِ محمدیہ میں سے پیدا ہونا تھا چنانچہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۴۹۵ باب نزولِ عیسیٰ و مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ مصر میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کہ مسیح موعود اُمّتِ محمدیہ کا امام ہوگا جو اس اُمّت ہی میں سے ہوگا۔ پھر بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو مسیح ناصری کا حُلیہ بیان فرمایا ہے وہ سُرخ رنگ اور گھنگھریالے بال ہے۔ مگر آنے والے مسیح کا حُلیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بیان فرمایا ہے (بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۵۹ مطبع الہیہ مصر) دو حُلیے ایک آدمی کے نہیں ہوسکتے۔ پس اختلافِ حُلیتین بتاتا ہے کہ پہلا مسیح فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح اسی دُنیا سے پیدا ہونا تھا۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے بھی لکھا ہے: "وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ" (تفسیر عرائس البیان جلد ۱ صفحہ ۲۶۲) کہ آخری زمانہ میں پہلا مسیح واپس نہیں آئیگا۔ بلکہ اب وہ ایک نئے وجود کی صورت میں ہی ظہور پذیر ہوگا۔ پس یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی کا کمال ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ایک انسان کو مسیح بنا سکتی ہے بلکہ اس سے بھی اگلے مقام پر لے جا سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ مقدر تھا۔ کہ وہ دجّالی فتنے جو پہلے مسیح کی بگڑی ہوئی اُمّت کی طرف سے کھڑا کیا جانا تھا جس کی بنیادیں پہلے مسیح کی خُدائی پر مستحکم اور استوار کی جاتی تھیں اُس کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی قوتِ قدسی ایک محمدی مسیح کھڑا کرے جو اس فتنہ کو عصائے محمدیؐ سے پاش پاش کر دے اور الوہیتِ باطلہ و تثلیثِ نادرہ

کی دھجیاں فضائے آسمان میں بکھیر کر رکھ دے۔ ؎

برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیح الزمان ہے (درثمین اُردو)

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی پیشگوئیوں کے عین مطابق وہ آنے والا قادیان کی سرزمین میں ظاہر ہوا۔ اور اپنی باطل شکن صدائے تثلیثِ باطلہ کے قصرِ عظیم المنظر میں اضمحلال پیدا کر گیا ؎

وہ آیا جس کی آمد دیکھنے کو
نگاہِ شوق سوئے آسماں ہے
مسیحِ وقت آیا قادیاں میں
جبھی تو قادیاں دارالاماں ہے

مُبارک وہ جو اُسے قبول کریں اور اس کے دامنِ اطاعت کے ساتھ وابستہ ہو کر افواجِ باطل کے ازہاق کا ہمت آفرین کام کریں۔

(خادمؔ)